

ڪتاب الابدال

مولانا ارشد جمال

الاسلام مشن

بنارس، يولي

جملہ حقوق محفوظ

Kitab-ul-Abdal

by

**Maulana Arshad jamal.
D.43/107,Bazar Sadanand.
varanasi.u.p.(india)221001
9307324317**

First Published: April-2001

اس کتاب میں.....

- 8 • ثبوت ابدال پر حدیثیں
- 9 • حدیث
- 10 • اسناد حدیث پر نقد و جرح
- 11 • حدیث مُترَح منقطع نہیں
- 12 • ایک شبہ کا ازالہ
- 12 • قانون معرفت انقطاع
- 15 • حدیث
- 16 • اسناد حدیث پر طبرانی وابن عساکر کا اختلاف رائے
- 17 • شیخ ابو عذہ کے ریمارک کا تجزیہ
- 20 • حافظ ضیاء مقدسی کی رائے
- 20 • مرفوع اور موقوف حدیثوں کا مرتبہ
- مضمون حدیث میں امکان اجتہاد نہ ہو تو
- 21 • حدیث مرفوع ہوگی
- 25 • امراول کی توجیہ
- 25 • شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ ابدال
- حدیث کی شام کی مرفوعیت کے انکار پر
- 28 • ابن تیمیہ کی درایت کا تجزیہ
- 30 • ابدال کی اصطلاح نبی ﷺ سے ثابت ہے
- 31 • البانی کی جرح پر نقد
- 34 • امر دوم کی توجیہ
- 34 • حدیث
- 35 • حدیث پر امام احمد کے نقد کی توجیہ

- 36 • حدیث
- 37 • حدیث
- 38 • حکیم ترمذی کی توجیہ پر نقد
- 39 • حدیث
- 40 • حدیث
- 40 • آثار میں ابدال کے کم و بیش ہونے کا تذکرہ
- 42 • علامہ مناوی کے استدلال پر نقد
- 44 • ایک سوال کا جواب
- 44 • ایک حدیث پر نقد
- 47 • امر سوم کی توجیہ
- 51 • سوال..... جواب
- 52 • امر چہارم کی توجیہ
- 54 • امر پنجم کی توجیہ
- 58 • ابدال کے اخلاق و عادات
- 63 • ابدال مرد ہوتے ہیں
- 65 • مآخذ و مراجع



”ابدال“، جنہیں ”رجال الغیب“ اور ”مردان غیب“ بھی کہا جاتا ہے۔ اُن کا وجود تو اتر کی حد تک ثابت ہے اور ابدال کی اصطلاح قابلِ اعتماد حدیثوں میں موجود ہے۔ اِس کے باوجود کچھ اہل علم حضرات نے اُن تمام حدیثوں اُن تمام حدیثوں کو باطل اور غیر صحیح قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن قیم لکھتے ہیں:

ابدال، اقطاب، اغواث، نقبا، نجبا و اوتاد کی نبی ﷺ سے

مروی تمام حدیثیں باطل ہیں۔ [۱]

شیخ ابن تیمیہ نے بھی اُن حدیثوں کے صحیح ہونے کا انکار کیا ہے۔ [۲]

حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ اِس باب میں حضرت انس سے مروی ساری حدیثیں

ضعیف ہیں۔ [۳]

حافظ سخاوی کے قول کا رد کرتے ہوئے عجلبونی رقمطراز ہیں:

لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ حدیثیں اپنے تعدد طرق کثیرہ کی بنیاد پر قوی ہو جاتی ہیں۔ [۴]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ ابدال کی حدیثیں ”صحیح“ کے درجے تک پہنچتی

ہیں۔ انھیں بالکلیہ باطل یا ضعیف قرار دے دینا غیر علمی بات ہے۔ جیسا کہ آئندہ اوراق میں

اُس کی تحقیق کے جلوے بے حجاب ہوں گے۔

بعض لوگ ابدال کے نظریے کو غیر اسلامی نظریہ قرار دیتے ہیں۔ انھیں اُس میں فلسفہ

اور ویدانت کا رنگ جھلکتا دکھائی دیتا ہے، وہ اُسے رفض والمجادتک کہہ ڈالتے ہیں۔ [۵] اگر معاملہ

[۱] المنار المذہب: ۱۲۳

[۲] الفرقان: ۳۲، ۳۱

[۳] المقاصد الحسنیہ: ۲۷

[۴] کشف الخفاء: ۲۵/۱

[۵] حاشیہ المنار المذہب: ۲۳

ایسا ہوتا کہ حقیقتِ ابدال کچھ نہیں، ابدال کی اصطلاح بدعت و ضلالت کی ایجاد ہے تو پھر سلف صالحین میں اُس کا کوئی تصور ہی نہ ہوتا، جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ متعدد ائمہ دین و محدثین اور صلحانے ابدال کا نظریہ پیش کیا ہے۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کے بارے میں کہا کہ: ”ہم اُسے ابدال میں شمار کرتے ہیں“۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا زمین میں اللہ کے ابدال ہیں؟
فرمایا: ہاں!

پوچھا گیا: وہ کون لوگ ہیں؟

جواب ملا: اگر اصرارِ حدیث ابدال نہ ہوں تو پھر میں اللہ کے ابدال کو نہیں جانتا۔
حافظ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عبد اللہ الصوری نے اصحابِ حدیث کی شان میں چند اشعار کہے جس میں اُن کا آخری شعر یہ تھا۔

إِنِّي أَبْدَالُ أُمِّئِي الْمُصْطَفَى أَخٍ مَدَّهُمْ حَيِّنَ تَذَكَّرُ الْأَبْدَالُ
(جب امتِ محمدیہ کے ابدال کا تذکرہ ہوگا)

تو احمد بن حنبل اُن میں سے ایک ابدال ہوں گے۔)

امام بخاری نے ایک دوسرے شخص کے بارے میں کہا:

لوگ اُس کے بارے میں شک نہیں کرتے تھے کہ وہ ابدال میں

سے ہے۔“ [۶]

ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم کے بارے میں حافظ عراقی لکھتے ہیں:

”میں اُن سے محبت رکھتا ہوں، خدا کا اِس قدر خوف رکھنے کی

بنیاد نہیں ابدال میں شمار کیا جاتا ہے۔“ [۷]

فتاویٰ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

”ہمیں شک نہیں کہ حسن بصری ابدال میں سے ہیں۔“

[۶] القاصد الحسنة: ۲۸، الحاوی: ۴۱/۲۴

[۷] التقیید والایضاح: ۴۴۱

ان حضرات کے علاوہ بھی بیشتر نقاد و حفاظ و ائمہ اسلام کو ”ابدال“ کہا گیا ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی نے ”الفتح الربانی“ میں جا بجا اور ”فتوح الغیب“ کے بعض مقام پر ابدال کا تذکرہ کیا ہے۔ یونہی سید اشرف جہانگیر سمٹانی قدس سرہ النورانی کے ملفوظات ”لطائف اشرفی میں ابدال کا کثرت سے تذکرہ پایا جاتا ہے۔

اگر یہ کوئی غیر اسلامی نظریہ ہوتا تو دین کے ایسے پاکیزہ اور مقدس لوگ اُسے کیونکر اپناتے؟ علما کے درمیان اس اصطلاح کا رواج بھی پایا جاتا ہے جس سے حدیث کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔ جیسا کہ سخاوی نے تحریر کیا ہے۔ [۸]



[۸] المقاصد الحسنة: ۲۸

ثبوت ابدال پر حدیثیں

حدیث: (۱)

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء المغيرة ثنا صفوان حدثني
شريح بن عبيد قال: ذَكَرَ أَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ بِالْعِرَاقِ فَقَالُوا:
إِلَيْنَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ قَالَ لَا، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ يَقُولُ: الْإِبْدَالُ يَكُونُونَ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا كُلَّمَا
مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ رَجُلًا، يَسْقَى بِهِمُ الْعَيْثُ وَيُسْتَنْصَرُ
بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَيُضْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ -

رواه احمد في مسنده [۹]

شرح بن عبید کہتے کہ: عراق میں حضرت علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ کے پاس شامیوں کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے کہا: اے
امیر المؤمنین! اُن پر لعنت بھیجے! آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے
رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ: ابدال شام میں ہوتے ہیں
اور یہ چالیس مرد ہیں۔ جب اُن میں کا ایک مر جاتا ہے تو اللہ
تعالیٰ اُس کی جگہ کسی دوسرے کو بحال کرتا ہے۔ اُن کے ذریعے
بارش اترتی ہے۔ اُن کے سبب دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے
اور اُن کی وجہ سے شامیوں سے عذاب ٹل جاتا ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال، رجال صحیح ہیں سوائے ”شرح بن عبید“ کے اور وہ ثقہ ہیں۔
علامہ پیشی لکھتے ہیں:

”ورجاله رجال الصحيح غير شريح بن عبيد وهو ثقة“ - [۱۰]

[۹] مسند احمد ج ۱: ۱۸۰

[۱۰] مجمع الزوائد: ۴۵/۱۰، تاریخ مدنی دمشق: ۶۴/۲۳، تہذیب التجذیب: ۴۹۴/۵

حافظ سخاوی تحریر کرتے ہیں:

”ورجاله رجال الصحيح الا شريحا وهو ثقة“ - [۱۱]

زرکشی لکھتے ہیں:

”ورجاله رجال الصحيح الا شريحا لكنه ثقة“ - [۱۲]

حافظ ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو اپنے اسناد سے روایت کیا ہے جو حسب ذیل ہے:

اخبرنا ابو علي الحسن المظفر بن الحسن بن السبط

انا ابو محمد الحسن بن علي الجوهرى ح واخبرنا ابو القاسم هبة

الله بن محمد بن عبد الواحد بن الحصين انا ابو علي الحسن بن

علي التيمي قال انا ابو بكر بن مالك القطيعي نا عبد الله بن احمد

بن حنبل حدثني ابي الحديث [۱۳]

حافظ ابن عساکر نے اس کی متابع روایت بھی پیش کی ہے جو درج ذیل ہے:

حدیث: (۲)

انباؤنا ابو القاسم علي بن ابراهيم الحسيني

نا عبد العزيز بن احمد الكتاني انا ابو محمد بن ابي نصر

انا ابو محمد بن ابي نصر انا الحسن بن حبيب نازكري بن يحيى

نا الحسن بن عرفة نا اسماعيل عن صفوان بن عمرو السكسكى

عن شريح بن عبيد الحضرمي قال:

ذَكَرَ أَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

[۱۱] المقاصد الحسنة: ۲۸

[۱۲] التذكرة: ۲۷

[۱۳] تاريخ مدينة دمشق: ۲۸۹/۱

فَقَالُوا: اَلْعَنُوهُمْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ! قَالَ لَا، اِنِّى سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

اِنَّ الْاَبْدَالَ بِالشَّامِ يَكُوْنُوْنَ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا بِهَمَّ تُسْقُوْنَ الْغَيْثَ وَبِهِمْ تُنْصَرُوْنَ عَلَى اَعْدَائِكُمْ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الْاَرْضِ الْبَلَاءُ وَالْعُرْقُ - [۱۴]

شرح بن عبید حضری کہتے ہیں کہ: علی بن ابی طالب کے پاس شامیوں کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین! اُن پر لعنت کیجئے! آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ: بے شک شام میں ابدال ہوتے ہیں اور یہ چالیس مرد ہیں۔ اُن کے ذریعے بارش اترتی ہے۔ اُن کے سب دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور زمیں والوں سے بلا اور غرق کا عذاب ٹلا رہتا ہے۔

اس کے بعض راوی ثقہ ہیں اور بعض صدوق۔ [۱۵]

اسنادِ حدیث پر نقد و جرح

حافظ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ شرح نے علی سے ملاقات نہیں کی ہے۔ اُن کے الفاظ اس طرح ہیں:

”وَهَذَا مَنْقُطِعٌ بَيْنَ شَرِيحٍ وَعَلَى فَانَهُ لَمْ يَلْقَهُ“ - [۱۶]

شرح اور علی کے درمیان یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ شرح کی علی

[۱۴] تاریخ مدینہ دمشق: ۲۸۹/۱

[۱۵] سیر اعلام النبلا: ۱۱/۵۴۷-۵۴۸/۱۳-۵۰۸/۱۷-۳۶۸/۱۸-۲۴۸/۱۷-۲۹۱/۱۷،

تقریب العهد: ۳۸۶/۱-۷۳۱/۱

[۱۶] تاریخ مدینہ دمشق: ۲۸۹/۱

سے ملاقات نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:

”ولا يصح ايضاً فانه منقطع“ - [۱۷]

یہ حدیث بھی صحیح نہیں، کیونکہ یہ منقطع ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے بھی حضرت علی سے مروی حدیث شام کو منقطع الاسناد لکھا ہے۔ (۱۸)
لیکن پیشی نے ان حضرات کے نقد کو غیر مؤثر بنانے کے لئے لکھا ہے:

”وقد سمع من المقداد وهو اقدم من علي“ - [۱۹]

شرح نے مقداد سے سماعت حدیث کی ہے، کیونکہ اُن کی وفات،
علی سے پہلے ہے۔

سناوی نے بھی پیشی کی تائید میں لکھا ہے کہ:

”وقد سمع من المقداد وهو اقدم من علي“ - [۲۰]

شرح نے علی سے پہلے وفات پانے والوں سے سماعت حدیث
کی ہے۔

علامہ پیشی اور حافظ سناوی کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ۳۳ھ میں وفات پانے والے
حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے تو شرح کو سماعت حدیث حاصل ہوا اور حضرت علی سے نہ ہو جبکہ اُن
کا سن وفات ۴۰ھ ہے۔ [۲۱]

حدیث شرح منقطع نہیں

راقم الحروف لکھتا ہے کہ کسی حدیث کو منقطع بتانے کے لئے یہ وضاحت کرنا ضروری

[۱۷] المنار المنيف: ۱۲۳

[۱۸] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۴۳۴/۱۱

[۱۹] مجمع الزوائد: ۴۵/۱۰

[۲۰] القاصد الحسنیہ: ۲۸

[۲۱] تاریخ الطبری: ۱۴۳/۵

ہے کہ راوی کی ملاقات اُس شخص سے نہیں ہو سکی ہے جس سے وہ حدیث روایت کر رہا ہے۔ عدم ملاقات کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

ایک تو یہ کہ..... دونوں (راوی اور مروی عنہ) نے ایک دوسرے کا زمانہ ہی نہ پایا ہو۔
دوسرے یہ کہ..... زمانہ تو پایا ہو، مگر ملاقات نہ ہو سکی ہو۔
تیسرے یہ کہ..... عدم ملاقات کا کوئی واضح ثبوت تو نہ ہو، لیکن کچھ ایسے اشارے ملتے ہوں جن سے عدم ملاقات کی نشاندہی ہوتی ہو۔ ہکذافی کتب القوم [۲۲]

ایک شبہ کا ازالہ

حضرت عوف بن مالک کہتے ہیں: شرح بن عبید، کسی روایت میں ”سمعت“ (میں نے سنا) کا لفظ استعمال نہیں کرتے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ انھوں نے حدیث کسی صحابی سے نہیں سنی ہے۔ اُن کے الفاظ درج ذیل ہیں:

سئل محمد بن عوف هل سمع شريح بن عبيد من
ابی الدرداء؟ فقال: لا، قيل له فسمع احدا من اصحاب النبی؟ قال
ما ظن ذلك وذلك انه لا يقول فی شیء من ذلك سمعت
وهو ثقة۔

محمد بن عوف سے دریافت کیا گیا: کیا شرح بن عبید نے
ابو درداء سے سماعت حدیث کی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں! اُن
سے پوچھا گیا کہ کسی صحابی رسول ﷺ سے سماعت کی؟ جواب
دیا: میں ایسا گمان نہیں کرتا، کیونکہ وہ کسی صحابی سے روایت کرتے
وقت کبھی ”سَمِعْتُ“ نہیں کہتے اور وہ ثقہ ہیں۔ [۲۳]
حضرت عوف بن مالک کے اس ظنی قول کی بنیاد پر یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ شرح بن
عبید نے حضرت علی سے سماعت حدیث نہ کی ہو۔

[۲۲] نزہۃ النظر: ۸۱

[۲۳] تاریخ مدینہ دمشق: ۶۴/۲۳ - تہذیب التہذیب: ۴۹۲/۲

قانون معرفتِ انقطاع حدیث

کیوں نہ میں یہاں حدیثِ منقطع کے سلسلے میں وہ قانون پیش کروں جسے اصولیین نے مرتب فرمایا ہے، چنانچہ حافظ ابن الصلاح تحریر کرتے ہیں:

وحكى ابن عبد البر عن جمهور اهل العلم ان
 ”عن“ و”ان“ سواء وانه لا اعتبار بالحروف والالفاظ وانما هو للقاء
 والمجالسة والسماع والمشااهدة يعنى مع السلامة من التدليس
 فاذا كان سماع بعضهم من بعض صحيحا كان حديث بعضهم
 عن بعضهم باى لفظ ورد محمولا على الاتصال حتى يتبين فيه
 الانقطاع“ [۲۳]

(ابن عبد البر نے جمہور اہل علم کی یہ بات نقل کی ہے کہ
 ”عن“ اور ”ان“ برابر ہیں۔ روایت میں حروف اور الفاظ کا
 اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ لقاء و مجالست، سماع اور مشاہدہ سے غرض ہوتی
 ہے، ساتھ ہی ساتھ راوی تدلیس سے محفوظ ہو، لہذا جب بعض کا
 سماع بعض سے صحیح ہو تو حدیث کسی بھی لفظ سے وارد ہو اُسے
 متصل قرار دیا جائے گا، جب تک کہ اُس میں انقطاع ثابت نہ
 ہو جائے۔

ان الفاظ کی شرح کرتے ہوئے حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

وليس فى ذلك خلاف بين اهل النقل وجملة القول
 فيه ان الراوى اذا روى قصة او واقعة فان كان ادرك مارواه بان
 حكى قصة وقعت بين يدى النبى ﷺ وبين بعض اصحابه
 والراوى لذلك صحابى قد ادرك تلك الواقعة
 حكمنالهابا بالاتصال وان لم تعلم ان الصحابى شهد تلك القصة

[۲۳] مقدمۃ ابن الصلاح: ۸۴

وان علمنا انه لم يدرك الواقعة فهو مرسل صحابی وان كان الراوی كذلك تابعیا كمحمد بن الحنفية مرسلأفهی منقطعة وان روى التابعی عن الصحابی قصة ادرك بوقوعها كان متصلاً ولولم يصرح بما يقتضی الاتصال او اسندها الى الصحابی بلفظ ان فلان قال او بلفظ قال فلان فهی متصلة ايضاً“۔ [۲۵]

اس بارے میں اہل نقل کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب راوی کوئی قصہ یا واقعہ روایت کرے تو اگر اُس نے روایت کردہ قصہ یا واقعہ کو پایا ہے یعنی وہ قصہ نبی ﷺ اور آپ کے بعض اصحاب کے درمیان پیش آیا اور اُس کی روایت کرنے والا کوئی صحابی ہے تو اُس راوی کے بارے میں کہا جائے گا کہ اُس نے اُس واقعہ کو پایا۔ ہم اُس پر اتصال کا حکم لگاتے ہیں اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ صحابی اُس موقع پر موجود تھا اور اگر معلوم ہو جائے کہ اُس نے واقعہ کو نہیں پایا تو وہ روایت مُرسل ہوگی۔ اور اگر راوی تابعی ہو جیسے محمد بن حنفیہ تو وہ روایت منقطع ہوگی۔ اور اگر تابعی نے صحابی سے کوئی ایسا قصہ روایت کیا جس کے وقوع کا زمانہ اُس نے پایا ہو تو وہ حدیث متصل الاسناد ہوگی اگرچہ اتصال کے اسباب کی صراحت نہ ہو۔ اور تابعی نے ”اَنْ فُلَانًا“ یا ”قَالَ فُلَانٌ“ کہہ کر صحابی سے روایت کی تو وہ بھی متصل السند ہوگی۔

علامہ سیوطی اُس کی تائید میں قُطْرَازِ ہیں:

والقاعدة ان الراوی اذا روى حديثا في قصة او واقعة فان كان ادرك مارواه بان حكى قصه وقعت بين النبي ﷺ وبين

[۲۵] التقيد والايضاح: ۸۶

الصحابه والراوى لذلك صحابى ادرك تلك الواقعة فهى
محكوم لها بالاتصال وان لم يعلم انه شاهدها وان لم يدرك تلك
الواقعة فهو مرسل صحابى وان كان الراوى تابعيا فهو منقطع
وان روى التابعى عن الصحابى قصة ادرك وقوعها متصل وكذا
ان لم يدرك وقوعها ولكن اسندها له والا فمنقطعة۔ [۲۶]

قاعدہ یہ ہے کہ جب راوی کسی قصہ یا واقعہ کی کوئی حدیث
روایت کرے تو اگر اُس نے واقعہ یا قصہ پایا یعنی وہ قصہ نبی ﷺ
اور آپ کے اصحاب کے درمیان پیش آیا ہو اور اُس کو روایت
کرنے والا صحابی ہو تو گویا اُس نے واقعہ کو پایا۔ لہذا اُس
حدیث کو متصل الاسناد کہا جائے گا۔ اگرچہ معلوم نہ ہو کہ وہ راوی
وہاں موجود تھا اور اگر اُس نے واقعہ کو نہیں پایا تو وہ صحابی کی مُرسل
حدیث ہوگی۔ اور راوی تابعی ہو تو وہ حدیث منقطع کہلائے گی۔
یعنی اگر تابعی نے صحابی سے ایسا قصہ روایت کیا جس کے وقوع کا
زمانہ اُسے ملا ہو تو وہ روایت متصل ہوگی اور اگر وقوع کا زمانہ نہ
ملا ہو اور وہ اُسے صحابی سے روایت کرے تو وہ روایت منقطع ہوگی۔

اس قاعدے کی روشنی میں ابن عُیَید کی مذکورہ حدیث کو منقطع کہنے کا کوئی جواز ہی نہیں
بنتا، کیونکہ ابن عُیَید نے حضرت علی کا زمانہ پایا ہے اور یہ واقعہ صحابہ اور تابعین کے درمیان کا ہے۔
ابن عُیَید تابعی ہیں۔ تابعی نے ایک صحابی سے روایت کی ہے۔ لہذا قانوناً ایسی حدیث کو متصل
الاسناد قرار دیا جائے گا، جبکہ کسی نے یہ صراحت بھی نہیں کی ہے کہ ابن عُیَید اُس موقع پر موجود نہیں
تھے۔ اس لئے ابن عوف کے شبہ کی یہاں کوئی گنجائش نہیں۔

حدیث: (۳)

ثنا علی بن سعید الرازی ثنا علی بن الحسین

[۲۶] تدریب الراوی: ۸۱/۱

الخواص الموصلى ثنا زيد بن ابى الزرقاء ثنا ابن لهيعة ثنا عياش
بن عباس القتباني عن عبد الله بن زريق الغافقي عن علي بن ابى
طالب ان رسول الله ﷺ قال:
”لَا تَسُبُّوا أَهْلَ الشَّامِ فَإِنَّ فِيهِمُ الْإِبْدَالَ“۔

رواه الطبرانی [۲۷]

(حضرت علی ابن ابی طالب سے مروی ہے..... بے شک
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شامیوں کو گالی مت کہو، کیونکہ وہاں
ابدال ہیں۔“)

اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں، ابن لہیعہ کے علاوہ اور یہ صدوق ہے۔ [۲۸]

اسناد حدیث پر طبرانی وابن عساکر کا اختلاف رائے

طبرانی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صرف ”زید بن ابی الزرقاء“ نے روایت کیا ہے اس
پر ابن عساکر نے کہا کہ یہ طبرانی کا وہم ہے، کیونکہ ”ولید بن مسلم“ نے بھی اس حدیث کو ابن لہیعہ
سے روایت کیا ہے۔ [۲۹]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ ”ولید بن مسلم“ کے سلسلہ رواۃ میں ایک راوی ”علی بن حسین
بن ثابت“ ہے جو مجہول ہے۔ اس طرح ”ولید بن مسلم“ کی روایت ثابت نہیں ہوتی۔
دوسری بات یہ کہ طبرانی کے شیخ ”علی بن سعید رازی“ کے بارے میں دارقطنی نے
کہا کہ:

”حدث باحادیث لم يتابع علیها“۔ [۳۰]

(وہ ایسی حدیثیں لاتا ہے جن کا کوئی متابع نہیں ہوتا۔)

[۲۷] الجاوی: ۲/۴۵۷

[۲۸] سیر اعلام النبلاء: ۱۳/۱۴۷-۱۹/۵۰، تقریب التہذیب: ۱/۲۴۷-۲/۹۵-۱/۴۲۴-۱/۴۱۵

[۲۹] الجاوی: ۲/۴۵۷

[۳۰] سیر اعلام النبلاء: ۱۳/۱۴۶

واقطنی کے اس نقد سے پتہ چلتا ہے کہ ”ابن سعید رازی“ کی روایت کردہ مذکورہ حدیث کا کوئی متابع نہیں۔ ابن عساکر کی روایت کردہ حدیث میں ”علی بن حسین بن ثابت“ کو ”ابن سعید رازی“ کی روایت کا متابع قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ وہ مجہول ہے اور مجہول؛ ثقہ یا صدوق کی متابعت نہیں کر سکتا۔

اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ”ابن ابی الزرقاء کے علاوہ“ ولید بن مسلم“ کی روایت ثابت نہیں۔ یہ امام طبرانی کی گہری بصیرت کا نتیجہ ہے۔ حافظ ابن عساکر کا اُسے وہم قرار دینا حرف بے جا ہے۔

ابن عساکر یہ بھی کہتے ہیں کہ ”عیاش بن عباس قتبانی“ کی اُس مرفوع حدیث کو ”حارث بن یزید مصری“ نے ”غافقی“ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ [۳۱]
راقم الحروف لکھتا ہے کہ گرچہ ”حارث بن یزید مصری“؛ ”عیاش بن قتبانی“ سے زیادہ ثقہ ہے [۳۲] مگر ”حارث بن یزید“ کا سلسلہ اسناد چند مجہول راویوں پر مشتمل ہے، لہذا ایسی ضعیف سند کو ”قتبانی“ کی حدیث حسن کے مقابلہ میں لا کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ”ابن زُریر غافقی“ کی مذکورہ حدیث مرفوع نہیں، موقوف ہے۔

(نوٹ: اس بحث کا دارودمداریبوطی کے حوالے پر ہے۔)

حدیث: (۴)

اخبرنا ابوالحسین بن بشران العدل ببغداد اخبرنا
اسماعیل بن محمد الصفا حدثنا احمد بن منصور حدثنا
عبدالرزاق اخبرنا معمر عن الزهري عن عبد الله بن صفوان
قال قال رجل يوم صفين: اَللّٰهُمَّ اَلْعَن اَهْلَ الشَّامِ قَالَ فَقَالَ
عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا تَسُبَّ اَهْلَ الشَّامِ جَمًّا غَفِيرًا فَاِنَّ بِهَا
الْاَبْدَالُ فَاِنَّ بِهَا الْاَبْدَالُ فَاِنَّ بِهَا الْاَبْدَالُ - رواه الذهلي

[۳۱] الحاوی: ۲/۴۵۷

[۳۲] تقریب التہذیب: ۱/۱۴۵

(عبداللہ بن صفوان سے مروی ہے..... ایک شخص نے جنگ صفین کے موقع پر کہا: اے اللہ! شامیوں پر لعنت بھیج! تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سارے شامیوں کو اکٹھا گالی مت دو کیونکہ وہاں ابدال ہیں، کیونکہ وہاں ابدال ہیں، کیونکہ وہاں ابدال ہیں۔)

بعض روایت میں ”عبداللہ بن صفوان“ کے بجائے ”صفوان بن عبداللہ“ ہے۔

شیخ ابوغدہ کے ریمارک کا تجزیہ

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے اس حدیث کے تعلق سے لکھا ہے کہ اس کو روایت کرنے میں ”احمد بن منصور“ متفرد ہیں اور اس میں انقطاع واقع ہے۔
اُن کے الفاظ یہ ہیں:

”تفرد فيه احمد وفيه انقطاع“۔

شیخ ابوغدہ نے اس ریمارک کو علامہ ابن کثیر کی تاریخ ”البدایہ: ۶/۲۲۱“ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ [۳۴]

راقم الحروف نے ”البدایہ“ کے دو نسخے دیکھے۔ ایک نسخہ ”دار احیاء التراث العربی“ کا چھاپا ہوا ہے اور دوسرا ”دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان“ کا۔ اس نسخہ کو شیخ علی محمد معوض اور شیخ عادل احمد عبدالموجود نے مخطوطات سے مقابلہ کر کے دیکھا ہے اور اُس کی توثیق کی ہے، مگر شیخ ابوغدہ نے ابن کثیر کے مذکورہ ریمارک کا جو حوالہ ”البدایہ“ کے تعلق سے پیش کیا ہے، اُس کا کسی نسخہ میں کوئی نشان نہیں، جب کہ مذکورہ حدیث وہاں لکھی موجود ہے۔

بالفرض یہ ریمارک اگر ابن کثیر کا ہو تو بھی حدیث مذکور پر کیا گیا یہ ریمارک درست نہیں۔
اس ریمارک میں دو باتیں ہیں:

[۳۳] المطالب العالی: ۸/۱۴۵، دلائل النبوة: ۶/۴۴۹

[۳۴] دلائل النبوة مع تنقیح احمد شاکر: ۶/۴۴۹

ایک تو یہ کہ ”احمد بن منصور“ اُس کو روایت کرنے میں متفرد ہے۔

دوسرے یہ کہ اُس میں انقطاع واقع ہے۔

اور یہ دونوں باتیں تحقیق سے ثابت نہیں۔

پہلی بات اُس طرح ثابت نہیں کہ عبداللہ بن صفوان عہد نبوت میں پیدا ہوئے اور نبی ﷺ کا زمانہ پایا، مگر آپ کی صحبت نہ پائی۔

یہ صحابہ اور صحابیات سے روایت کرتے ہیں، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

اور آپ کا سن وفات ۳۷ھ ہے۔

۴۰ھ میں وفات پانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کو سماعت حدیث کا پورا موقع فراہم ہے۔

یہ دونوں حضرات ہم عصر ہیں۔ [۳۵]

اتنے وجوہات کے بعد انقطاع سماع کا احتمال نہیں رہ جاتا، جب تک کہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ معاشرت کے باوجود عبداللہ بن صفوان کو حضرت علی سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں۔ ورنہ اصولی طور پر ایسی حدیثوں کو منقطع بتانا خلاف تحقیق ہے۔ اس عنوان پر اراقم الحروف نے اگلے صفحات میں مفصل گفتگو پیش کی ہے۔

دوسری بات یوں ثابت نہیں ہوتی کہ ”احمد بن منصور“ اس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد نہیں، بلکہ ”عبدالرزاق“ سے روایت کرنے میں ”حسن بن ابی الربیع“ نے ”احمد بن منصور“ کی متابعت کی ہے۔ جس کا سلسلہ اسناد درج ذیل ہے:

قال ابن ابی الدنيا ثنا الحسن بن ابی الربیع انا

عبدالرزاق انا معمر عن الزهري عن عبداللہ بن صفوان قال قال

رجل يوم صفين.....الحديث [۳۶]

[۳۵] تقریب التہذیب: ۴/۲۲۲

[۳۶] الحاوی: ۲/۵۸۸

”حسن بن ابی الریح“؛ محدث، حافظ، صدوق ہیں۔ [۳۷]

عبدالرزاق بن ہمام صاحب مُصَنَّف نے خود اپنی سند سے اس حدیث کی تخریج کی

ہے۔ [۳۸]

اس صورت میں ”احمد بن منصور“ کے تفرد و عدم تفرد کی بحث ہی ختم ہو جاتی ہے۔

حافظ ضیاء مقدسی کی رائے

مذکورہ حدیثوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ضیاء مقدسی نے لکھا ہے کہ ”صفوان بن عبد اللہ“ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی موقوف روایت ”اولیٰ“ ہے۔ [۳۹] جب کہ حافظ سخاوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ”شرح بن عبید“ کی مرفوع روایت کو ”حسن“ قرار دیا ہے اور ضیاء مقدسی پر تعجب کیا ہے کہ حضرت علی سے مروی مرفوع روایت کے سارے رجال؛ رجال صحیح ہیں سوائے ابن عبید کے اور وہ بذات خود ثقہ ہیں۔ اس کے باوجود ضیاء مقدسی نے ”صفوان بن عبد اللہ“ کی موقوف روایت کو ”اولیٰ“ قرار دیا ہے۔ اور ابن قیم نے اسی کو ”اقرّب“ لکھا ہے۔ [۴۰]

ضیاء مقدسی کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے علامہ عجلونی نے بھی ”شرح بن عبید“ کی روایت کو ”حسن“ کہا ہے [۴۱] اور ملا علی قاری نے اسی کو ”قویٰ“ کو قرار دیا ہے۔ [۴۲]

مرفوع اور موقوف حدیثوں کا مرتبہ

اگر یہ کہا جائے کہ ”صفوان بن عبد اللہ“ کے رواۃ ”ابن عبید“ کے راویوں سے زیادہ ثقہ ہیں اس لئے صفوان کی حدیث کو ”اولیٰ“ قرار دیا جائے گا۔

[۳۷] سیر اعلام النبلاء: ۳۵۶/۱۲ - تقریب التہذیب: ۱۷۲/۱

[۳۸] البدایہ والنہایہ: ۲۲۸/۸ - المقاصد الحسنة: ۲۸

[۳۹] البیضا

[۴۰] الضیاء: ۲۸۰/۲ - النوار المہیئ: ۱۲۳

[۴۱] کشف الخفا: ۲۷۱/۱

[۴۲] الاسرار المرفوعة: ۲۸

راقم الحروف لکھتا ہے کہ..... مرفوع حدیث، موقوف سے اولیٰ ہوتی ہے چاہے اس کے راوی موقوف کی بہ نسبت کم درجہ کے ہی ہوں۔

ایک راوی کسی حدیث کو مرفوعاً روایت کرے اور دوسرا اسی حدیث کو موقوفاً..... تو اصولی طور پر حدیث کو مرفوع قرار دیا جائے گا اگرچہ مرفوع کے رواقہ کم درجہ کے ہوں۔ جیسا کہ تقریب النواوی میں ہے:

الرابع اذا روى بعض الثقات الضابطين الحديث
مرسلًا وبعضهم متصلًا او بعضهم موقوفًا او بعضهم
مرفوعًا او وصله هو اور رفعه في وقت او ارسله ووقفه في وقت
فالصحيح ان الحكم لمن وصله اور رفعه سواء كان المخالف له
مثله او اكثر لان ذلك زيادة ثقة۔

(جب کوئی ثقہ ضابط؛ حدیث کو مرسل روایت کرے اور کوئی متصل، یا کوئی موقوف روایت کرے اور کوئی مرفوع، یا وہ خود کبھی متصل اور مرفوع روایت کرے اور کبھی مرسل اور موقوف..... تو صحیح یہ ہے کہ متصل یا مرفوع روایت کرنے والے کے حق میں فیصلہ ہوگا چاہے اس کا مخالف راوی اس کے برابر کا ہو یا اس سے اونچے درجہ کا، کیونکہ وہ زیادتی ثقہ ہے جو مقبول ہے۔)

علامہ سیوطی نے ان باتوں کو تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ محدثین، فقہاء اور اصولیین اسی کو صحیح مانتے ہیں۔ [۴۳]

”ابن عبید“ کی روایت مرفوع ہے اور ”صفوان بن عبد اللہ“ کی موقوف..... لہذا ”ابن عبید“ کی مرفوع روایت کو ”اولیٰ“ اور ”احسن“ قرار دیا جائے گا۔

دوسرے یہ کہ..... ”ابن عبید“ کا سلسلہ اسناد مختصر ہے۔ امام احمد نے صرف تین واسطوں سے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ بھی حسن روایت کی ایک علامت ہے۔

[۴۳] تدریب الراوی: ۱/ ۵۷۱

مضمون حدیث میں امکان اجتہاد

نہ ہو تو حدیث مرفوع ہوگی

بالفرض مذکورہ تمام حدیثوں کو موقوف مان لیا جائے پھر بھی ان کے مرفوع ہونے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اصول ہے کہ صحابی کی ایسی روایت جس کے مضمون میں اس کی رائے یا اجتہاد کا دخل ہی نہ ہو..... مرفوع کہلائے گی۔ اور مان لیا جائے گا کہ صحابی نے ضرور اسے رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہی بیان کیا ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطی رقمطراز ہیں:

من المرفوع ایضا ما جاء عن الصحابی ومثله لا يقال
من قبل الرأى ولا مجال للاجتهد فيه فيحمل على السماع
جزم به الرازی فی المحصول وغیر واحد من ائمة الحديث
وترجم على ذلك الحاكم فی كتابه معرفة المسانيد التي لا
يذكر سندها ومثله يقول ابن مسعود من أتى ساحرا او عرفا فقد
كفر بما انزل على محمد ﷺ وقد ادخل ابن عبد البر فی كتابه
التقصي عدة احاديث من ذلك مع ان موضوع الكتاب
للمرفوعة منها حديث سهل بن ابی خيثمة فی صلوة الخوف
وقال فی التمهيد هذا الحديث موقوف على سهل ومثله لا يقال
من قبل الرأى نقل ذلك العراقي و اشار الى تخصيصه بصحابی
لم يأخذ عن اهل الكتاب وصرح بذلك شيخ الاسلام فی شرح
النخبة جازما به ومثله بالاخبار عن الامور الماضية من بدء الخلق
واخبار الانبياء والآتية كالملاحم والفتن واحوال يوم القيامة وعما
يحصل يفعله ثواب مخصوص او عقاب مخصوص قال ومن
ذلك فعله ما لا مجال للاجتهد فيه فينزل على ان ذلك عنده عن
النبي ﷺ كما قال الشافعي فی صلوة على فی الكسوف فی كل

ركعة اكثر من ركوعين قال ومن ذلك حكمه على فعل من
الافعال بانه طاعة لله اولر سوله او معصية كقوله من صام يوم
الشك فقد عصى ابالقاسم وجزم بذلك ايضا الزركشى فى
المختصر نقلاً عن ابن عبدالبر - [۴۴]

(وہ حدیث بھی مرفوع ہے جو کسی صحابی سے مروی ہو جب کہ اس
جیسی حدیث کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ وہ صحابی کی اپنی
رائے ہے اور نہ اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو تو اسے سماع پر محمول
کیا جائے گا۔ امام رازی نے ”محصول“ میں اور کئی ائمہ حدیث
نے اس پر یقین کیا۔ حاکم نے اپنی کتاب ”معرفۃ المسانید“ میں
اسی کی ترجمانی کی ہے۔ جیسے حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے
ہیں: ”جو کسی جادو گر یا کاہن کے پاس آیا تو اس نے محمد ﷺ پر
نازل ہونے والی چیزوں کے ساتھ کفر کیا“۔ ابن عبدالبر نے اپنی
کتاب ”التقصی“ میں اس قسم کی چند حدیثوں کو شامل کیا ہے،
حالانکہ وہ کتاب مرفوع حدیثوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ ان میں
سے سہل بن ابی خیشہ کی ایک حدیث ہے جو صلوة خوف میں مروی
ہے۔ انہوں نے ”التمہید“ میں لکھا: ”یہ حدیث ”سہل“ پر موقوف
ہے اور اس جیسی حدیث اپنی رائے سے بیان نہیں کی جاتی۔ عراقی
نے اسے نقل کیا اور اشارہ کیا کہ حدیث ایسے صحابی کے ساتھ
خاص ہے جس نے اہل کتاب سے روایت نہیں کی ہے۔ شیخ
الاسلام نے ”شرح الخیة“ میں یقین کے ساتھ اس کی وضاحت
کی ہے۔ اور اُس جیسی وہ حدیثیں بھی ہیں جن کا تعلق گذشتہ
واقعات سے ہے یعنی ابتدائے آفرینش اور حالاتِ انبیاء جن کا

[۴۴] تدریب الراوی: ۵۵/۱

تعلق آئندہ زمانہ سے ہے جیسے جنگ ، فتنے اور قیامت کے احوال اور وہ کام جس کے کرنے پر مخصوص ثواب یا مخصوص عذاب ہوتا ہو۔ کہتے ہیں کہ اس میں وہ کام بھی شامل ہے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں تو مانا جائے گا کہ صحابی نے اسے نبی ﷺ سے سنا ہوگا جیسا کہ شافعی نے حضرت علی سے مروی سورج گرہن کی نماز میں کہا کہ: ”ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکوع ہے“۔ یا رسول کی اطاعت یا معصیت پر مشتمل ہو جیسے یہ حدیث..... جس نے یوم شک میں روزہ رکھا تو اس نے ابوالقاسم کی نافرمانی کی“۔ زکشی نے بھی اپنی ”مختصر“ میں ابن عبدالبر سے نقل کرتے ہوئے اس پر جزم کیا ہے۔)

اس اصول کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے کہ ”ابدال“ کے وجود کی خبر پر مشتمل حدیثیں ایسی ہیں جن میں نہ تو کسی رائے کا دخل ہے اور نہ کسی اجتہاد کی گنجائش لہذا ”ابدال“ کی خبر روایتی موقوف بھی ہو تو اسے مرفوع ہی کہا جائے گا۔
الحاصل یہ کہ..... وجود ابدال کی حدیثیں اپنے تعدد طرق کے ساتھ ”صحیح لغیرہ“ کے درجہ تک پہنچتی ہیں۔

گذشتہ حدیثوں سے درج ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:-

- ☆ امر اول..... ”ابدال“ کی اصطلاح اور ”ابدال“ کا وجود ثابت ہے۔
- ☆ امر دوم..... ”ابدال“ چالیس مرد ہیں۔
- ☆ امر سوم..... ابدال کا مسکن ملک شام ہے۔
- ☆ امر چہارم..... ایک ابدال کی موت کے بعد دوسرا اس کی جگہ پر بحال ہوتا ہے۔
- ☆ امر پنجم..... ابدال کے توسط سے لوگ عذاب سے محفوظ رہتے ہیں۔
- مذکورہ امور کی کامل توجیہ ذیل کی سطروں میں پیش کی جا رہی ہے۔

امراول کی توجیہ

”ابدال“ کی اصطلاح اور ”ابدال“ کا وجود ثابت ہے۔

ابدال کا وجود ثابت ہے اور اس سلسلہ میں حدیثیں کثرت سے وارد ہیں، بلکہ حدیثوں کی یہ خبر تو اتر معنوی کی حد تک پہنچتی ہے، جیسا کہ علامہ سیوطی رقمطراز ہیں:

”ان خبر الابدال صحیح وان شئت قلت

متواتر..... مثل هذا بالغ حد التواتر المعنوی حیث یقطع بصحة

وجود الابدال ضرورة“ - [۴۵]

(ابدال کی حدیث صحیح ہے اگر میں چاہوں تو اسے متواتر کہوں

..... ایسی حدیثیں تو اتر کی حد پہنچتی ہیں جس سے ابدال کے وجود

کی سخت کا ضروری طور پر یقین ہوتا ہے۔)

شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ ابدال

شیخ ابن تیمیہ نے حقیقتِ ابدال کی جو توجیہ کی ہے اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ابدال کا وجود تو اتر معنوی سے مزین ہے۔ چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں:

”وفیہم الابدال الائمة الذین اجمع المسلمون علی

ہدایتهم ودرایتهم وهم الطائفة المنصورین قال فیہم النبی

ﷺ لانزال طائفة من امتی علی الحق ظاہرین لایضرهم من

خذلهم ولا من خالفهم حتی تقوم الساعة“ - [۴۶]

(ابدال وہ ائمہ ہیں جن کی ہدایت ودرایت پر تمام مسلمانوں کا

اتفاق ہے اور یہ وہ مدد یافتہ جماعت ہے جس کے بارے میں نبی

ﷺ کا ارشاد ہے: ”میری امت کا ایک گروہ براہِ حق پر ڈٹا رہے

[۴۵] فیض القدیر: ۲۲۰/۱

[۴۶] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۵۹/۳

گا، ان کی عزت سے کھینے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے
قیامت تک ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔)

شیخ ابن تیمیہ کے اس اقتباس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وجود ابدال کے قائل ہیں۔ انہوں نے ابدال کی جو توجیہ کی ہے وہ صحیح خبروں میں تو اتر کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ گویا ابن تیمیہ وجود ابدال کی خبر کو متواتر المعنی سمجھتے ہیں۔ لہذا علامہ مناوی کا یہ کہنا کہ ”ابن تیمیہ وجود ابدال کے منکر ہیں درست نہیں“۔ [۴۷] البتہ ابن تیمیہ کا یہ خیال ضرور ہے کہ ابدال کی اصطلاح پر کوئی شرعی دلیل نہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”واما الدائرة على السنة كثير من النساك والعامه مثل
الغوث الذي بمكة والواتاد الاربعة والاقطاب السبعة والابدال
الاربعين والنجماء الثلثمائة فهذه اسماء ليست موجودة في كتاب
الله تعالى ولا هي ايضا ماثورة عن النبي ﷺ باسناد صحيح
ولاضعيف يحمل عليه الفاظ الابدال فقد روى فيه حديث شام
منقطع الاسناد عن علي بن ابي طالب رضى الله عنه مرفوعاً الى
النبي ﷺ انه قال ان فيهم معنى اهل الشام الابدال اربعين رجال
كلما مات رجل ابدل الله تعالى مكانه رجلاً ولا توجد هذه
الاسماء في كلام السلف كما هي على هذا الترتيب ولا هي
ماثورة على هذا الترتيب والمعاني من المشايخ المقبول عند الامة
قبولاً عاماً وانما توجد على هذه الصورة عن بعض المتوسطين من
المشايخ وقد قالها ما أثر ألها عن غيره او ذكرها“۔ [۴۸]

(وہ نام جو بہت سارے زاہدوں اور عوام کی زبان پر جاری ہیں
یعنی مکہ کا غوث، اوتاد اربعہ، اقطاب سبعہ، چالیس ابدال اور تین

[۴۷] فیض القدیر: ۲۲۰/۱

[۴۸] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۵۹/۳ - مجموعۃ الرسائل: ۵۷/۱

سونجیا..... تو یہ نام (ابدال، قطب اور غوث وغیرہ) نہ تو کتاب اللہ میں موجود ہیں اور نہ ہی نبی ﷺ کی کسی صحیح حدیث میں اور نہ کسی ایسی ضعیف حدیث میں جس پر ابدال کے الفاظ کو محمول کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں ایک منقطع الاسناد حدیث شام ہے جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”شامیوں میں چالیس مرد ابدال ہوتے ہیں جب ان میں کا ایک مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس کی جگہ پر بحال کر دیتا ہے“۔ نہ یہ نام کلام سلف میں بالترتیب پائے جاتے ہیں اور نہ اس ترتیب و معانی کے ساتھ ایسے مشائخ سے منقول ہیں جنہیں امت کے نزدیک قبول عام حاصل ہو۔ ہاں! یہ نام اس طریقہ پر بعض متوسط درجہ کے مشائخ سے منقول ہیں۔ یا تو انہوں نے کسی سے متاثر ہو کر نقل کیا ہے یا بذات خود بیان کیا ہے۔)

ابن تیمیہ کے اس پورے پیرا گراف کو پڑھ لینے کے بعد درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

ایک تو یہ کہ..... ابدال کے علاوہ غوث، قطب، اوتاد اور نجباء وغیرہ کی اصطلاح حدیث سے ثابت نہیں۔ نہ کسی صحیح سند سے اور نہ کسی ضعیف محتمل سے۔

دوم یہ کہ..... یہ ساری اصطلاحیں ترتیب وار کلام سلف میں بھی موجود نہیں۔

سوم یہ کہ..... اعلیٰ مشائخ نے ترتیب و معانی کے لحاظ سے ان اصطلاحوں کو بیان نہیں کیا ہے، البتہ متوسط درجہ کے مشائخ نے بالترتیب ان ناموں کا ذکر کیا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے یہ سارے دعوے درست ہیں صرف ایک بات کہ..... ”حدیث شام منقطع الاسناد کے علاوہ کسی اور مرفوع سند صحیح یا ضعیف سے ابدال کی اصطلاح ثابت نہیں“..... ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ ایک تو حدیث شام؛ منقطع الاسناد نہیں۔ دوسرے یہ کہ ابدال کی اصطلاح پر حسن مرفوع حدیثیں ثابت ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ تحقیق سے ظاہر ہو چکا ہے۔

حدیث شام کی مرفوعیت کے انکار پر

ابن تیمیہ کی درایت کا تجزیہ

شیخ ابن تیمیہ کو حدیث شام کی مرفوعیت پر حد درجہ شبہ ہے۔ روایت اور درایت دونوں ہی اعتبار سے وہ اس کی مرفوعیت کے منکر ہیں۔ روایت اس طرح کہ شریح اور علی کے درمیان انقطاع واقع ہے۔ ابھی ابھی میں اس انکار کے تحقیقی جواب سے فارغ ہوا ہوں۔

درایت اس انکار کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں:

”یونہی ابدال کا لفظ بہت سارے لوگوں کے کلام میں ملتا ہے۔

اس سلسلے میں جو حدیث مرفوع پیش کی جاتی ہے تو زیادہ شبہ یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کا کلام نہیں، کیونکہ شام کی فتح سے پہلے ایمان، حجاز اور یمن میں تھا۔

اور شام اور عراق کفر کا گھر تھا۔ پھر علی کے زمانہ خلافت سے متعلق نبی ﷺ

کی حدیث ہے..... ”مسلمانوں کی بہترین جماعت پر ایک گروہ خروج

کرے گا، جو گروہ حق سے زیادہ قریب ہوگا وہ ان سمجھوں کو قتل کرے گا“،

..... تو علی اور ان کے ساتھی حق سے زیادہ قریب ہوئے کیونکہ ان حضرات

نے ان شامیوں کو قتل کیا تھا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ جو صحابہ علی کے ساتھ

تھے۔ مثلاً عمار اور سہل بن حنیف وغیرہ ان لوگوں سے افضل تھے جو معاویہ

کے ساتھ تھے۔ اگرچہ اس جنگ میں شریک نہ ہونے والے سعد بن ابی

وقاص وغیرہ ان دونوں حضرات کے ساتھیوں سے افضل تھے۔ تو پھر یہ

اعتقاد کیسے رکھا جائے گا کہ مخلوق سے افضل ابدال کی جماعت شام میں ہوتی

ہے۔ یہ قطعی طور پر باطل ہے۔ اگرچہ شام اور شامیوں کے معروف فضائل

میں حدیثیں وارد ہیں۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے لئے ایک مقدار

معیّن کر دی ہے۔ [۴۹]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ یہ اعتراض ان لوگوں پر پڑے گا جو یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ ابدال

[۴۹] مجموعۃ الرسائل: ۶۰۱

صرف ملک شام میں ہوتے ہیں۔ اور ہم اس کے برخلاف ابدال کو پوری روئے زمین میں مانتے ہیں۔ جیسا کہ اس کی پوری بحث ”امر سوم“ کی توجیہ میں پیش آئے گی۔ تو کیا اب یہ شبہ دور ہو جائے گا کہ وہ کلام نبی ﷺ کا ہے اور ابدال کے سلسلے میں وارد ہونے والی حدیث شام مرفوع الاسناد ہے؟!!!

اور پھر شیخ ابن تیمیہ کی درایت میں ضعف بھی ہے:

اولاً..... حدیث شام سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابدال ابتدائے اسلام ہی سے ہمیشہ ملک شام میں ہوں گے کہ اگر کسی زمانہ میں نہ رہے ہوں تو حدیث پر شبہ کیا جائے۔ اگر بات یہی ہے تو پھر دیکھئے نبی ﷺ کی حدیث ہے: ”آپ نے اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ایمان، یمن میں ہوتا ہے، یہاں!“۔ [۵۰]

اس حدیث پر بھی شبہ کیا جاسکتا ہے کہ یمن کی فتح سے پہلے تو ایمان صرف حجاز میں تھا اور یمن کفر کا گھر تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ایمان یمن میں ہوتا ہے؟
یونہی شام کے فضائل میں بھی حدیث مروی ہے:

”میں تمہارے لئے شام کو پسند کرتا ہوں کیونکہ وہاں بہترین مسلمان ہوتے ہیں اور وہ خدا کا منتخب شہر ہے۔ جس کا انتخاب اس نے دنیا کے پسندیدہ لوگوں کے لئے کیا ہے جس کو وہاں جانے سے انکار ہو تو وہ یمن چلا جائے۔“

اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ [۵۱]

حالانکہ شام ہی سے باغی گروہ نکلا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے برسرِ پیکار ہوا تھا۔ تو کیا اس بنیاد پر اس کے کلام نبی ہونے میں شک کیا جائے گا؟
ثانیاً..... ممکن ہے کہ ملک شام میں باغی گروہ کی پیدائش کے باوجود ابدال بھی موجود رہے ہوں، جیسا کہ جب بعض افراد نے شامیوں کو گالیاں دیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ

[۵۰] مسند امام احمد بن حنبل: ۳۶۶/۶۔ مسلم: ۳۱/۳

[۵۱] مجمع الزوائد: ۳۸/۱۰

نے انہیں منع کرتے ہوئے یہی کہا کہ گالی مت بکھو، کیونکہ وہاں ابدال بھی ہوتے ہیں۔ غفریب اسی قسم کی حدیثیں آئندہ اوراق میں آرہی ہیں۔

ثالثاً..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی افضلیت کا عام فیصلہ اس وقت کیا جاتا ہے جب کہ امیر معاویہ کے لشکر میں تمام شامی شریک ہوتے۔ ظاہر ہے سارے شامی اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے تو عین ممکن ہے کہ وہ ابدال رہے ہوں۔

ابدال کی اصطلاح نبی ﷺ سے ثابت ہے
راقم الحروف لکھتا ہے کہ ابدال کی اصطلاح کا ذکر خود نبی ﷺ نے فرمایا ہے اور یہ اصطلاح قرب قیامت تک رائج رہے گی۔

چنانچہ ابوداؤد کی ایک حدیث ہے:.....

”عن ام سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ قال: یكون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدينة هارباً الى مكة فيأتيه ناس من اهل مكة فيخرجونه وهو كاره فيبايعون بين الركن والمقام ويبعث اليه بعث من الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكة والمدينة فاذا رأى الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه“۔ (الحديث [۵۲])

(ام سلمہ زوجہ نبی ﷺ سے مروی ہے..... وہ نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک خلیفہ کی موت پر اختلاف ہوگا تو مدینہ کا ایک آدمی تیز قدموں مکہ بھاگ رہا ہوگا تو مکہ کے کچھ لوگ آکر اسے روکیں گے حالانکہ اسے یہ نا پسند ہوگا، پھر لوگ رکن اور مقام کے درمیان اس سے بیعت ہوں گے، اور اس کی طرف شام سے ایک دستہ روانہ ہوگا تو مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیداء میں اسے دھنسا دیا جائے گا،

[۵۲] ابوداؤد: ۲/۱۰۷-۱۰۸

جب لوگ ایسا دیکھیں گے کہ شام کے ابدال اور عراق کے
عصائب اس کے پاس آئے ہیں تو سب لوگ اس سے بیعت
ہوں گے۔“ (الختصر)

البانی کی جرح پر نقد

محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [۵۳]
البانی نے غالباً ابوداؤد کے اس اسناد میں صاحب ابوالخلیل نام کے ایک مبہم راوی
کو دیکھ کر حدیث پر ضعف کا حکم لگا دیا حالانکہ یہ خلاف تحقیق ہے۔
راقم الحروف لکھتا ہے کہ یہ مبہم راوی حقیقت میں مبہم نہیں، بلکہ اس اسناد میں مبہم واقع
ہوا ہے کیونکہ بعض دوسری سندوں میں اس حدیث کے ایک راوی ”صالح ابوالخلیل“ نے اس کا نام
”مجاہد“ بتایا ہے۔ جیسا کہ ابن عساکر نے درج ذیل اسناد حسن کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے:

”اخبّرناہ ابو عبد اللہ محمد بن الفضل الفراء
وابوالمظفر عبد المنعم بن عبد الکریم القشیری انا ابوسع
محمد بن عبد الرحمن الجنزروی انا ابو عمر و بن حمدان ح
واخبرتنا ام المجتبیٰ فاطمة بنت ناصر الطویہ قالت انا ابراهیم بن
منصور السملی انا ابوبکر بن المقری قالا؛ انا ابو یعلیٰ الموصلی
نا ابو هشام الرفاعی نا وهب بن جریر انا هشام بن ابی عبد اللہ
عن قتادة عن صالح ابی الخلیل عن صاحب له و ربما قال صالح
عن مجاهد عن ام سلمة زوج النبی ﷺ قلت قال رسول الله
ﷺ“ - الحديث [۵۴]

یہ مجاہد وہی ہیں جنہیں امام التفسیر کہا جاتا ہے اور یہ ثقہ ہیں۔ [۵۵]

[۵۳] مشکوٰۃ: تحقیق البانی: ۱۵۰۲/۳

[۵۴] تاریخ مدینہ دمشق: ۲۹۳/۱-۲۹۴

[۵۵] تقریب التہذیب: ۲۲۹/۲

ابن خلدون کہتے ہیں کہ: ”ابوالخلیل کی روایت جو ام سلمہ سے مروی ہے، ابوداؤد نے اسے ”صاحب ابوالخلیل“ سے روایت کیا پھر ابوداؤد نے ”ابوالخلیل“ کی اسی روایت کو ”عبداللہ بن حارث“ سے روایت کیا، جس سے ظاہر ہو گیا کہ اسناد اول کا مبہم راوی یہی ”عبداللہ بن حارث“ ہے۔ اس حدیث کے سارے راوی صحیحین کے راوی ہیں جن پر نہ طعن کی گنجائش ہے اور نہ عیب کا شائبہ ہے۔ [۵۶]

ابوداؤد نے ام سلمہ سے مروی عبداللہ بن حارث کی روایت کی تخریج درج ذیل اسناد حسن کے ساتھ کی ہے:

”حدثنا ابن المثنیٰ ثنا عمرو بن عاصم ثنا ابوالعوام ثنا

ابوالخلیل قتادة ثنا ابوالخلیل عن عبدالله بن الحارث عن ام

سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ۔ الحدیث [۵۷]

احمد اور ابن عساکر نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ [۵۸]

حاکم اور طبرانی نے بھی اس معنی کی حدیث روایت کی ہے۔ [۵۹] مگر حاکم نے اس کی تصحیح نہیں کی ہے۔

مندرجہ بالا شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ البانی نے ”حدیث“ کو جس بنیاد پر ضعیف قرار دیا تھا وہ متحقق نہیں۔

الحاصل یہ کہ البانی کی تضعیف چند وجوہ سے باطل ہے:

اول یہ کہ..... ابوداؤد کی حدیث ”حسن“ ہے، کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
سوائے معاذ بن ہشام کے اور وہ صدوق ہیں۔ اور مبہم راوی یا مجاہد ہیں یا عبداللہ بن حارث اور یہ دونوں ہی ثقہ ہیں۔ [۶۰]

[۵۶] عون المعبود: ۲۹۶/۱۱

[۵۷] سنن ابوداؤد: ۱۰۸/۲

[۵۸] تاریخ مدینہ دمشق: ۲۹۴/۱ - مسند امام احمد: ۱۰۸/۲

[۵۹] المستدرک: ۳۷۸/۳ - جامع المسانید: ۲۵۷/۱۶

[۶۰] تقریب التہذیب: ۲۰۴/۱ - ۳۱۹ - ۱۲۳ - ۲۶۳ - ۲۵۷/۲ - ۳۰۸/۱

دوم یہ کہ.....روایت ابوداؤد کے چند متابعات اور شواہد بھی ہیں، اگر کچھ ضعیف ہو بھی تو ختم ہو جائے گا۔

سوم یہ کہ.....ابوداؤد نے مذکورہ روایت کو نقل کرنے کے بعد سکوت اختیار کیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ ابوداؤد اپنی جس روایت پر سکوت برتیں وہ ضعیف نہیں ہوتی، بلکہ کبھی صالح، حسن اور صحیح لغیرہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ”عمامہ کا شرعی حکم“ میں واضح کر دیا ہے۔

زیر بحث روایت بھی صحیح لغیرہ کے درجہ تک پہنچتی ہے۔ جیسا کہ درج بالا تحقیق سے ظاہر ہے۔
الحاصل یہ کہ.....ابن تیمیہ کا یہ دعویٰ کسی طرح بھی درست نہیں کہ ابدال کی اصطلاح پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔ ابوداؤد کی اس روایت کے علاوہ اور کئی ایک روایتیں ہیں جن کا ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا، انشاء اللہ۔



امردوم کی توجیہ

بعض حدیثوں کی بنیاد پر عام رجحان یہ ہے کہ ابدال چالیس ہی مرد ہوتے ہیں اور ان میں کچھ کمی بیشی نہیں ہوتی، حالانکہ اس کی نفی میں خود حدیثیں موجود ہیں۔ ابدال کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اسی لئے مختلف حدیثوں میں مختلف تعداد کا ذکر ملتا ہے جیسا کہ ذیل کی روایتوں سے ثابت ہے:

حدیث: (۱)

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا عبد الوهاب بن عطاء انا
الحسين ذكوان عن عبد الواحد بن قيس عن عباد بن الصامت
عن النبي ﷺ انه قال الْاَبْدَالُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ ثَلَاثُونَ مِثْلُ خَلِيلِ
الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ تَعَالَى مَكَانَهُ
رَجُلًا“۔ رواه احمد في مسنده [۶۱]

(عبادہ بن صامت سے مروی ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے

ہیں کہ آپ کا ارشاد ہے: ”اس امت میں ابدال تیس ہیں جو

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرتو ہیں۔ جب کبھی کوئی ایک مرتا

ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر ایک دوسرے کو مقرر کر دیتا ہے۔“)

پیشی لکھتے ہیں کہ: ”اس حدیث کے رجال؛ رجال صحیح ہیں، عبد الواحد بن قیس کے علاوہ۔ عجل اور ابو زرہ نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور دوسروں نے ضعیف ٹھہرایا ہے۔ [۶۲] ابن حجر نے فیصلہ کن انداز میں لکھا ہے کہ وہ ”صدوق“ ہیں۔ [۶۳]

[۶۱] مسند امام احمد: ۶/۴۴۰

[۶۲] مجمع الزوائد: ۱۰/۶۲۱

[۶۳] تقریب التہذیب: ۱/۵۲۶

حدیث پر امام احمد کے نقد کی توجیہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ”منکر“ کہا ہے۔ [۶۴]
راقم الحروف لکھتا ہے کہ یہاں ”منکر“ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں کوئی راوی ضعیف ہے جس نے کسی ثقہ کی مخالفت کی ہے، بلکہ یہاں راوی کا ”تفرد“ مراد ہے۔ جیسا کہ بعض محدثین منفرد روایت کو بھی ”منکر“ کہتے ہیں اگرچہ راوی ثقہ ہو اور اس نے مخالفت بھی نہ کی ہو۔

ایک اہل حدیث عالم نے اس عنوان پر بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ:
بعض محدثین نے ”منکر“ کی اصطلاح کے استعمال میں وسعت اختیار کی اور اس سے مراد راوی کا تفرد لیا۔ مخالفت ہو یا نہ ہو اور خواہ منفرد ثقہ بھی ہو۔ یہ تعبیر کئی صورتوں پر مشتمل ہے اور ہر صورت کے لئے محدثین نے ”منکر“ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ حافظ ابن الصلاح نے تفرد کے مطلق استعمال کے سلسلے میں حافظ ابوبکر بن احمد بن ہارون البردبجی کے حوالے سے منکر کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے :
وہ حدیث جس میں راوی منفرد ہو اور اس کی روایت کے بغیر اس کا متن معروف نہ ہو، نہ اس کی روایت کے طریق سے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور طریق سے۔

اُس کے بعد لکھتے ہیں:

”اور تفرد پر رد کر دینے، منکر ہونے، یا شاذ ہونے کا حکم لگانے کی بات بہت سے محدثین کے کلام میں موجود ہے۔ اس عمومی اطلاق کی وجہ سے کئی صورتیں ایسی ہیں جن پر منکر کا اطلاق ہوتا ہے، چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں: امام احمد نے الفلح بن حمید الانصاری (، جو صحیحین کے رجال میں سے ہیں اور ثقہ ہیں) کے بارے میں کہا: الفلح نے دو منکر حدیثیں

[۶۴] مسند امام احمد: ۶/۴۴۰

روایت کی ہیں۔ امام احمد نے ان حدیثوں کو منکر اس لئے کہا کہ فتح ثقہ ہونے کے باوجود ان احادیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ [۶۵]
اسی لئے حافظ ابن کثیر نے زیر بحث حدیث کے راوی ”حسن بن ذکوان“ کے بارے میں ”تَفَرَّدَ بِهِ“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

یہ بات بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ حافظ ابن کثیر کی توجیہ کے مطابق امام احمد کے نزدیک اس حدیث کے دو راوی ”عبدالوہاب بن عطاء الخفاف“ اور ”حسن بن ذکوان“ ضعیف ہیں۔ ابن کثیر نے اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ اگر یہ راوی ضعیف ہیں تو بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں کیسے ان کی روایتوں کو درج کر لیا۔ [۶۶]

گویا امام احمد کی یہ تضعیف مقبول نہیں، کیونکہ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ یہ دونوں راوی ”صدوق“ ہیں۔ [۶۷] اس طرح یہ حدیث درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ زرکشی نے لکھا ہے کہ: ”اس میں جو دشواری ہے وہ ڈھکی چھپی نہیں، کیونکہ اس حدیث کے راویوں کے بارے میں اختلاف ہے، چنانچہ ائمہ کی ایک جماعت کی رائے کے مطابق مذکورہ حدیث ”حسن“ ہے۔ [۶۸]

حدیث: (۲)

اس حدیث کا ایک متابع بھی ہے جسے طبرانی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَزَالُ
فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ بِهِمْ تَقُومُ الْأَرْضُ وَبِهِمْ يُمَطَّرُونَ وَبِهِمْ
يُنْصَرُونَ۔ قَالَ قَتَادَةُ فَإِنِّي أَرُجُو أَنْ يَكُونَ الْحَسَنُ مِنْهُمْ۔ [۶۹]

[۶۵] مصطلحات اصول حدیث: ۱/ ۲۳۵-۲۳۶

[۶۶] جامع المسانید: ۱۳۵-۱۳۶

[۶۷] تقریب التہذیب: ۱/ ۱۶۶-۵۲۸

[۶۸] التذکرہ: ۱۳۳

[۶۹] جامع المسانید: ۷/ ۱۷۹-۱۸۰

(عبادہ بن صامت سے مروی ہے..... رسول اللہ ﷺ کا
 ارشاد ہے: ”میری امت میں ہمیشہ نئی افراد ہوں گے جن کے
 ذریعہ زمین قائم رہے گی اور بارش اترے گی اور لوگوں کو مدد پہنچے
 گی۔ قنادہ کہتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ حسن بصری انہیں میں سے
 ہوں گے۔“)

پیشی لکھتے ہیں اس کے دوراوی ”عمر والہز ار“ اور ”عنبنہ الخواص“ کو میں نہیں
 جانتا۔ اور اس کے بقیہ رجال؛ رجال صحیح ہیں۔ [۷۰]
 ابن کثیر نے اس حدیث کو ”منکر“ بتایا ہے۔ [۷۱]
 سیوطی نے اس حدیث کو ”صحیح“ لکھا ہے [۷۲] اور فاضل بریلوی نے اس کی تائید بھی
 کر دی ہے۔ [۷۳] حالانکہ یہ خلاف اصول بات ہے۔
 حدیث: (۳)

عن ابی سلمة عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قَالَ
 لَنْ تَحُلُوْا اِلَّا رُضْمِنْ ثَلَاثِيْنَ مِثْلِ اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ بِهِمْ
 تُغَاثُوْنَ وَبِهِمْ تُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ تُصْطَرُوْنَ“۔ [۷۴]
 (نبی ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کے پوتوں میں آدمیوں سے زمین کبھی خالی نہ رہے گی۔ انہیں کے
 ذریعہ تمہاری مدد ہوگی۔ انہیں کے ذریعہ تمہیں روزی ملے گی اور
 انہیں کے ذریعہ تم پر بارش اترے گی۔“)

درج بالا حدیثوں سے ظاہر ہے کہ ابدال کی تعداد گھٹتی بڑھتی ہے۔ چالیس کی تعداد

[۷۰] مجمع الزوائد: ۳۶/۱۰

[۷۱] جامع المسانید: ۱۸۰/۷

[۷۲] الجامع الصغير: ۱۸۲/۱

[۷۳] الاسن والعلی: ۲۳

[۷۴] الحاوی: ۴۶۴/۲

اُن کے لئے متعین نہیں۔ دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق کی یہی صورت ممکن ہے۔

حکیم ترمذی کی توجیہ پر نقد

حکیم ترمذی دونوں قسم (چالیس اور تیس) کی حدیثوں میں پیدا ہونے والے اختلاف کو دور کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ولیس فی الحدیثین اختلاف وانما هما اربعون رجلا فثلاثون منهم قلوبهم علی قلب ابراهیم علیہ السلام دل علیہ ماروی عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال..... الحدیث [۷۵]

(دونوں حدیثوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابدال تو چالیس ہی مرد ہیں، البتہ ان میں تیس کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ اس بات پر ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث دلیل ہے۔)

مناوی نے حکیم ترمذی کے اس قول کی حمایت کی ہے۔ [۷۶]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ حکیم ترمذی کی یہ توجیہ کئی وجہوں سے درست نہیں:

ایک توجیہ کہ..... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ وہ روایت جس میں چالیس ابدال کا تذکرہ ہے ضعیف ہے، کیونکہ اس کے اسناد میں ایک راوی ”علاء بن زیدل“ منکر الحدیث ہے.....

ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ انس سے کئی منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔

بخاری کہتے ہیں کہ: علاء بن زیدل ثقفی ابو محمد؛ انس سے روایت کرنے والے بصریوں

میں شمار ہوتا ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔“ [۷۷]

[۷۵] نوادر الاصول: ۱/ ۱۶۵

[۷۶] فیض القدیر: ۱/ ۲۱۹

[۷۷] الکامل: ۵/ ۱۸۶۲-۱۸۶۳

ہاں! اس کے علاوہ چالیس ابدال کے تذکرہ پر مشتمل دوسری مقبول حدیثیں گذشتہ اوراق میں موجود ہیں۔

دوسرے یہ کہ..... حکیم ترمذی نے اپنی توجیہ کو درست ثابت کرنے کے لئے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ بذات خود ضعیف ہے کیوں کہ اس کے دور اوی ”عبدالرحیم بن حبیب“ اور ”داؤد بن مجہر“ متروک الحدیث ہیں۔ [۷۸]

تیسرے یہ کہ..... صرف تین ابدال حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے پرتو نہیں ہوتے بلکہ بعض حدیثوں میں چالیس ابدال کو بھی ان کا پرتو بتایا گیا ہے۔ مثلاً طبرانی تخریج کردہ یہ حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حدیث: (۳)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَنْ تَحُلُوا الْأَرْضَ مِنْ أَرْبَعِينَ رَجُلًا مَثَلِ خَلِيلِ الرَّحْمَنِ فِيهِمْ تُسْقُونَ وَبِهِمْ تُنْصَرُونَ مَا مَاتَ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ آخَرَ قَالَ سَعِيدٌ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُولُ لَسْنَا نَشْكُ أَنَّ الْحَسَنَ مِنْهُمْ۔

(حضرت انس سے مروی ہے..... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”زمین ایسے چالیس مردوں سے خالی نہ ہوگی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پرتو ہیں۔ انہیں کے ذریعہ تم سیراب کئے جاؤ گے اور انہیں کے ذریعہ تمہاری مدد ہوگی۔ جب بھی ان میں کا کوئی ایک مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو بحال کر دیتا ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں شک نہیں ہے کہ حسن انہیں میں سے ہیں۔“)

[۷۸] کتاب الضعفاء والمترکین ۱۰۳/۲- میزان الاعتدال ۶۰۳/۲- لسان المیزان ۲۳۴/۴-

تقریب الجہد ۲۳۴/۱

یہ حدیث ”حسن“ ہے جیسا کہ پیشی نے ”مجمع الزوائد“ میں لکھا ہے۔ [۷۹] اس کی ایک شاہد روایت بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے:- حدیث: (۴)

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَزَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُقَالُ لَهُمْ الْأَبْدَالُ أَنَّهُمْ لَنْ يُدْرِكُوا بِصَلْوَةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا بَصَلَّةٍ قَالُوا فَنِمَّ أَذْرَكُوهَا قَالَ بِالسَّخَاءِ وَالنَّصِيحَةِ لِلْمُسْلِمِينَ [۸۰]

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی..... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”میری امت میں ہمیشہ چالیس مرد ایسے ہوتے رہیں گے جن کے دل؛ ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ زمین والوں کی نگرانی کرائے گا؛ جنہیں ابدال کہا جائے گا، وہ لوگ اس مرتبہ کو نماز، روزہ اور صدقہ کے ذریعہ ہرگز حاصل نہیں کریں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا: پھر وہ کیسے اس مرتبہ کو پہنچیں گے؟ آپ نے فرمایا: سخاوت اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کر کے۔)

طبرانی کے اس اسناد میں ”ثابت بن عیاش احذب“ اور ”ابورجاء کلبی“ مجہول ہیں اور اس کے بقیہ رجال؛ رجال صحیح ہیں۔ [۸۱]

آثار میں ابدال کے کم و بیش ہونے کا تذکرہ

احادیث کے علاوہ آثار میں بھی ابدال کی تعداد کے کم و بیش ہونے کا تذکرہ ہے:-

[۷۹] مجمع الزوائد: ۱۰/۳۶

[۸۰] مجمع الزوائد: ۱۰/۶۳

[۸۱] ایضاً

• حسن بصری کہتے ہیں:

”زمین ستر صدیقوں سے خالی نہ ہوگی اور وہ ابدال ہیں۔ ان میں کا جب بھی کوئی ایک ہلاک ہوگا وہ اپنے مثل اپنا جانشین چھوڑ جائے گا۔ چالیس شام میں ہوں گے اور تیس پوری روئے زمین پر“۔

• قتادہ کہتے ہیں:

”زمین ایسے چالیس لوگوں سے خالی نہ ہوگی جن کے ذریعہ بارش اترے گی اور لوگوں کو مدد پہنچے گی اور انہیں رزق تقسیم کیا جائے گا۔ جب کبھی ان میں کا ایک مرے گا اللہ تعالیٰ اس جگہ پر دوسرے کو لائے گا۔ قتادہ کہتے ہیں: خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ حسن انہیں (ابدل) میں سے ہوں گے“۔

• معدان کہتے ہیں:

”زمین نے رب تبارک و تعالیٰ سے عرض کیا: تو مجھے اس حال میں کیسے چھوڑ دے گا کہ میرے اوپر کوئی نبی نہ ہو؟ ارشاد ہوا: عنقریب میں تیرے اوپر ملک شام چالیس صدیقوں کو آباد کروں گا“۔

ابوالزہریہ کہتے ہیں:

”ابدال تیس مرد ہیں شام میں۔ جن کے ذریعہ تجارت قائم رہتی ہے اور روزی ملتی ہے جب ان میں کا ایک آدمی مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو دے دیتا ہے“۔

• کعب کہتے ہیں کہ:

”ابدال تیس ہیں“۔

• ابن شاذب کہتے ہیں:

”ابدال ستر ہیں۔ ساٹھ ملک شام میں اور دس زمین کے باقی حصوں میں“۔ [۸۲]
ان سب احادیث و آثار کے جمع کرنے کی صورت یہی ہے کہ ابدال کم و بیش ہوتے رہتے ہیں ان کی کوئی مقرر تعداد نہیں، ورنہ بغیر کسی علت کے بعض احادیث و آثار کا ترک لازم

[۸۲] تاریخ مدینہ دمشق: ۲۹۶/۱-۲۹۸-۲۹۹

آئے گا۔ یہی بات شیخ ابن تیمیہ نے کہی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”اسلام پورب سے لے کر پچھم تک پھیلا اور ہر دور میں مسلمانوں کے اندر پرہیزگار اولیاء اللہ موجود رہے، بلکہ صدیقین، سابقین اور مقررین کا وجود باقی رہا جن کا عدد شمار خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ انہیں نہ تو تین سو کے عدد میں منحصر کیا جاسکتا ہے اور نہ تین ہزار کے عدد میں۔ جب فضیلت والے تین دور (قرون ثلاثہ) گزر گئے تو اس کے بعد آنے والے دور میں بھی اولیاء اللہ بلکہ سابقین موجود رہے۔ جس نے انہیں عدد میں منحصر کر دیا وہ جان بوجھ کر یا غلطی سے حق تلفی کرنے والا ہے۔“ [۸۳]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

”جن حضرات نے ”بدل“ کا لفظ استعمال کیا ہے انہوں نے اپنے طور پر اس کے چند معانی بیان کئے ہیں:

ایک یہ کہ..... وہ لوگ انبیاء کے بدلے میں ہیں یعنی ان کے نائب ہیں۔

دوسرے یہ کہ..... ان میں جب کوئی ایک مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کو دوسرے آدمی سے بدل دیتا ہے۔

تیسرے یہ کہ..... وہ لوگ اپنے برے اخلاق، برے اعمال اور برے عقائد کو اچھائیوں سے بدل لیتے ہیں۔

اور یہ ساری صفتیں چالیس اور چالیس سے کم و بیش لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔“ [۸۴]

علامہ مناوی کے استدلال پر نقد

علامہ مناوی نے شیخ ابن تیمیہ کی اس توجیہ کو ”فاش غلطی“ قرار دیا ہے کہ جب ایک کی

[۸۳] مجموعۃ الرسائل: ۵۹/۱

[۸۴] مجموعۃ الرسائل: ۶۲/۱

موت کے بعد دوسرے کی آمد کا سلسلہ جاری ہے تو کم و بیش ہونے کا سوال نہیں اٹھتا۔ [۸۵]
راقم الحروف لکھتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ ”چالیس کا سلسلہ کس زمانے میں
شروع ہوا؟

اگر دو صحابہ سے اس کا آغاز مانا جائے تو بات سمجھ میں نہیں آتی کہ سیکڑوں جلیل القدر
صحابہ کرام میں سے صرف چالیس آدمی ابدال کے اندر پائے جانے والے صفات کے حامل
تھے؟!۔ یہی پیچیدگی دور تابعی اور تبع تابعی میں درپیش ہوگی۔
اگر ہم ان چالیس ابدال کے سلسلہ کا ایک دور آغاز فرض بھی کر لیں تو سوال یہ پیدا ہوتا
ہے کہ جب ان میں کا ایک مرتا ہے تو کیا پوری دنیا میں صرف اور صرف ایک آدمی اس حیثیت کا
ہوتا ہے کہ اسے ابدال بنایا جائے؟ حالانکہ یہ اہل علم کے نزدیک بالمشاہدہ باطل ہے۔
اور اگر یہی مان لیا جائے تو پھر اس وقت کیا ہوگا جب بیک زمانہ دو تین ابدال وفات
یافتہ ہو جائیں؟۔

عقل و نقل کے استحصال کی بنیاد پر ماننا ہوگا کہ ابدال کی کوئی مقرر تعداد نہیں بلکہ یہ ضرورت
و مشیت کے لحاظ سے گھٹتے بڑھتے ہیں۔ ایک کی وفات کے بعد دوسرے کے بحال ہونے سے یہ
لازم نہیں آتا کہ وہ دور آغاز سے لے کر قیامت تک محدود رہیں گے۔

بعض اہل علم کا بیان ہے کہ جب دنیا میں اس جماعت کا کوئی فرد باقی نہ رہے گا تو
قیامت آجائے گی۔ عقل و نقل کی رو سے یہ بات سو فیصد درست ہے۔ قیامت کا آنا اس بات
پر روشن دلیل ہے کہ ایک زمانہ وہ ہوگا کہ یہ جماعت گھٹتے گھٹتے نابود ہو جائے گی اور ایسا بھی نہیں کہ
اچانک یہ چالیس ابدال ایک ساتھ وفات پا جائیں گے بلکہ انہیں ختم ہوتے ایک صدی گزر سکتی
ہے۔ جب یہ صورت حال پیدا ہوگی تو کبھی ایسا ہوگا کہ تیسرا ابدال ہوں گے کبھی پچیس اور پندرہ
ہوں گے اور کبھی دو تین ہی رہ جائیں گے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ ابدال کی موت کے بعد
اس کی جانشینی کا سلسلہ ٹوٹ جائے گا۔ یہیں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حدیث میں ابدال کی جانشینی
کا جو ذکر ہے وہ ضروری و لازم نہیں چونکہ عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اس لئے اس پر

[۸۵] فیض القدر: ۱/۲۲۰

گُلیت کا حکم لگا دیا گیا ہے۔

ایک سوال کا جواب

اگر کوئی یہ کہے کہ ابدال کا کم و بیش ہونا اس وقت ثابت ہوگا جب کہ ابدال کی جانشینی کا سلسلہ رک جائے مگر ان زمانوں میں کیا ہوگا جب کہ یہ سلسلہ جاری ہو؟
جواب دیا جائے گا کہ..... ابدال کی جانشینی کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ دنیا میں اور کہیں مستقل ابدال نہ ہوتے ہوں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ابدال تو بے حد و شمار ہوتے ہی رہتے ہیں البتہ جب ایک مرتبہ تو اس کی جگہ خالی نہیں رہ جاتی بلکہ کوئی نہ کوئی اس کا جانشین ضرور بنتا ہے۔ نئے نئے ابدال جب آتے رہتے ہیں تو ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور جب نئی آمد نہیں ہوتی ہے تو یہ تعداد کم رہتی ہے۔ اس طرح یہ ابدال کم و بیش ہوتے رہتے ہیں۔ اس توجیہ کو نہ مانا جائے تو عقل و نقل کے معارضہ سے بچنا محال ہوگا۔

ایک حدیث پر نقد

حافظ ابو نعیم کی روایت کردہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ابدال کم نہیں ہوتے۔ وہ حدیث درج ذیل ہے:

”رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ہر زمانہ میں میرے بہترین امتی پانسو ہوں گے اور ابدال چالیس۔ تو نہ پانسو کی تعداد کم ہوگی اور نہ چالیس کی۔ جب کبھی ایک شخص وفات پائے گا تو اللہ تعالیٰ پانسو میں سے ایک کو اس کی جگہ پر رکھ دے گا اور اسے ان چالیس کے مرتبہ میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ہمیں ان کے کردار کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا: وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کریں گے اور اپنے برا چاہنے والوں کے ساتھ بھلائی کریں گے اور اللہ عز و جل کی عطا کردہ چیزوں سے وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے“۔ [۸۶]

[۸۶] حلیۃ الاولیاء: ۸/۱

اس حدیث کو ابن عساکر نے بھی متعدد سندوں سے روایت کیا ہے [۸۷] مگر اس کا دارودراز ”عبداللہ بن ہارون الصوری“ ہے جو ایک مجہول راوی ہے۔ اس حدیث پر بیمارک کرتے ہوئے ذہبی رقمطراز ہیں:

”عبداللہ بن ہارون الصوری عن الاوزاعی لا يعرف

والخبیر کذب فی اخلاق الابدال“ - [۸۸]

(اوزاعی سے روایت کرنے والا ”عبداللہ بن ہارون صوری“ غیر

معروف راوی ہے اور اخلاق ابدال کے سلسلے میں یہ حدیث جھوٹی

ہے۔)

ابن حجر عسقلانی نے بھی اس بیمارک کی تائید کی ہے اور اسے اپنی کتاب میں برقرار

رکھا ہے۔ [۸۹]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ حدیث کے موضوع ہونے کی وجہ راوی کا مجہول ہونا نہیں ہے، کیونکہ جہالت راوی کی بنا پر حدیث کو موضوع نہیں قرار نہیں جاتا، بلکہ اس کی وجہ حدیث کا مضمون ہے جو عقل و نقل کے معارض ہے۔ خصوصاً یہ بات کہ ہر زمانہ میں بہترین امتی پانسو ہوں گے اور اس سے کم کبھی نہ ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات پوری اسلامی تاریخ کے خلاف ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بہترین امتی بہت سارے زمانوں میں پانسو سے زیادہ ہزاروں کی تعداد میں گذر چکے ہیں اور قیامت کے قریب آہستہ آہستہ پانسو سے کم ہوتے ہی جائیں گے۔

مذکورہ حدیث کو قابل احتجاج مانا بھی جائے تو اس میں صرف ابدال کے کم ہونے کا انکار ہے۔ گویا چالیس سے زیادہ ہو سکتے ہیں اور زیادہ ہونے کی کوئی حد نہیں کہ کس زمانہ میں وہ کتنے زیادہ ہوں گے؟ ممکن ہے کہ وہ کبھی چالیس سے کچھ زیادہ ہوں اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ چالیس سے بہت زیادہ ہوں۔ یہ بھی ابدال کے کم و بیش ہونے کا ایک اشاریہ ہے۔

[۸۷] تاریخ مدینہ دمشق: ۳۰۲/۱-۳۰۳

[۸۸] میزان الاعتدال: ۵۱۶/۲

[۸۹] لسان المیزان: ۱۸۰/۳

چونکہ اکثر روایتوں میں ابدال کی تعداد ”چالیس“ بتائی گئی ہے اس لئے ممکن ہے کہ وہ
اکثر زمانوں میں چالیس ہوتے ہوں، مگر ان کا عدد شمار چالیس ہی بتانا درست نہیں۔



امرسوم کی توجیہ

ابدال کا مسکن ملک شام ہے

ابدال کے تعلق سے اکثر حدیثوں میں ملک شام کا تذکرہ ملتا ہے اس لئے عام ذہن یہ ہے کہ ابدال کا مسکن ملک شام ہے، حالانکہ حدیثوں کی تحقیق کے بعد اس نظریہ کی تائید نہیں ہوتی۔ جو لوگ اس نظریہ کے قائل ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی؛ شریح بن عبید، عبداللہ بن زُریر غافقی اور عبداللہ بن صفوان کی گذشتہ روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ ذیل کی حدیثیں اور چند آثار بھی ان کی دلیلوں میں شامل ہیں:-

عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ مِصْرُ سَبُّوا أَهْلَ الشَّامِ فَأَخْرَجَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ رَأْسَهُ مِنْ بُرْنِسِهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَهْلَ مِصْرَ أَنَا عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ لَا تَسُبُّوا أَهْلَ الشَّامِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ فِيهِمُ الْإِبْدَالُ بِهِمْ تُنْصَرُونَ وَبِهِمْ تُرْزَقُونَ - رواه الطبرانی وابن عساكر من هذا الطريق ومن طريق هشام بن عمار - [۹۰]

(شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ..... جب مصر فتح

ہوا تو لوگوں نے شامیوں کو گالی بکی۔ عوف بن مالک نے اپنے

سر سے ”برنس“ ٹوپی اتاری اور کہا: اے مصریو! میں عوف بن

مالک ہوں۔ شامیوں کو گالی مت بکو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ

ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ: ”وہاں ابدال ہیں جن کے ذریعہ

تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں روزی ملتی ہے۔“)

اس کے اسناد میں ایک راوی عمرو بن واقد ہے جسے جمہور ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ شہر

بن حوشب مختلف فیہ ہے اور باقی رجال ثقہ ہیں۔ [۹۱]

[۹۰] الحاوی: ۴/۳۶۳- تاریخ مدینہ دمشق: ۱/۲۹۰

[۹۱] الحاوی: ۴/۳۶۳، تقریب التہذیب: ۱/۳۵۵-۳۹۳-۲/۴۰۲-۳۸۶

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ خَطْبِنَا عَلِيٍّ فَذَكَرَ الْخَوَارِجَ فَقَامَ رَجُلٌ
فَلَعَنَ أَهْلَ الشَّامِ فَقَالَ لَهُ وَيْحَكَ لَا تَعْمَمُ إِنَّ كُنْتَ لِأَعْنَا فُقُلَانًا
وَأَشْيَاعَهُ فَإِنَّ مِنْهُمْ الْإِبْدَالَ وَمِنْكُمْ الْعَصَائِبُ“ - [۹۲]

(ابو الطفیل سے مروی ہے کہ..... علی نے ہمیں خطبہ دیا تو خوارج
کا ذکر کیا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور شامیوں کو گالی دینے لگا تو آپ
نے اس کو کہا: تجھ پر تعجب ہے اس طرح اپنی لعنت کو عام مت کر۔
اگر تجھے لعنت کرنا ہی ہے تو فلاں اور اس کے ساتھیوں پر لعنت
بیج۔ کیونکہ شامیوں میں ابدال ہیں اور تم لوگوں میں عصائب۔)
اس کے اسناد میں ”ابن عمر شیرازی“ ایک مجہول راوی ہے اور بقیہ رجال ثقہ اور صدوق
ہیں۔ [۹۳]

عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُبَّةُ الْإِسْلَامِ بِالْكُوفَةِ
وَالْهَجْرَةُ بِالْمَدِينَةِ وَالنُّجْبَاءُ بِمِصْرٍ وَالْإِبْدَالُ بِالشَّامِ وَهُمْ قَلِيلٌ -
(علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ..... اسلام کا قبہ کوفہ میں
ہے۔ ہجرت مدینہ میں۔ نجبا مصری اور ابدال شام میں ہیں اور وہ
تھوڑے ہیں۔)

اسے خلال اور ابن عمسا کرنے مختلف اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [۹۴]
”عَنْ عَيَّاشِ بْنِ الْقَتْبَانِيِّ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ
الْإِبْدَالُ مِنَ الشَّامِ وَالنُّجْبَاءُ مِنْ أَهْلِ مِصْرٍ وَالْأَخْيَارُ مِنْ أَهْلِ
الْعِرَاقِ“ -

[۹۲] تاریخ مدینہ دمشق: ۲۹۶/۱

[۹۳] سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۳۷-۲۳۸-۳۱۲/۱-۸۲/۱۹-۲۱۵-۱۳۴/۲۰

تقریب التہذیب: ۱/۱۴۷-۱۴۸/۱-۱۴۸/۱-۳۸۹/۱

[۹۴] الحاوی: ۲/۳۵۹-۳۵۹/۲-تاریخ مدینہ دمشق: ۲۹۶/۱

(عیاش بن قتبانی سے مروی ہے، علی بن ابی طالب نے فرمایا:

ابدال شامی ہوتے ہیں نجباء مصری اور اخیر عراقی ہوتے ہیں۔)

یہ حدیث منقطع ہے قتبانی اور علی کے درمیان۔ اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ اس کے رجال قابل احتجاج ہیں سوائے شیخ ابن عساکر کے اور وہ مستور ہے۔ [۹۵]

”عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْإِبْدَالُ بِالشَّامِ
وَالنُّجَبَاءُ بِالْكُوفَةِ“ [۹۶]

(علی علیہ السلام سے مروی ہے..... ابدال شام میں ہوتے ہیں

اور نجباء کوفہ میں۔)

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔

ظاہر حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملک شام ابدال کا مسکن ہے اور یہ لوگ دنیا کے کسی اور حصہ میں نہیں پائے جاتے، لیکن اس کے بالمقابل دوسری حدیثوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابدال دنیا کے کسی بھی گوشہ میں پائے جاسکتے ہیں، جیسا کہ گذشتہ اوراق میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بسند حسن دو حدیثیں گزر چکی ہیں کہ..... روئے زمین تمیں یا چالیس مردوں سے خالی نہ ہوگی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرتو ہوں گے..... ان دونوں حدیثوں میں پوری روئے زمین کو ان کے وجود کے لئے عام رکھا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ دنیا کے کسی بھی گوشہ میں پائے جاسکتے ہیں۔

یونہی حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی دو حدیثیں گزر چکی ہیں..... ایک میں یہ ہے کہ: اس امت میں ابدال تمیں ہیں۔ دوسری میں یہ کہ: میری امت میں برابر تمیں آدی ہوتے رہیں گے..... ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی امت شام اور غیر شام سب کو شامل ہے گویا حضرات ابدال کسی بھی ملک کی امت میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ ان کے وجود و ظہور کے لئے سرزمین شام ضروری نہیں۔

یونہی بعض حدیثوں میں ”الْإِبْدَالُ مِنَ الشَّامِ“ اور ”إِنَّ مِنْهُمْ الْإِبْدَالَ“ جیسے الفاظ

وارد ہوئے ہیں۔ اگر ”من“ کو بعضیت پر محمول کیا جائے تو سارے ابدال کے لئے ملک شام کا مسکن خاص نہ ہوگا۔

ابن عساکر نے جعفر بن سلیمان سے باسنادِ حسن روایت کیا ہے کہ ”وہب بن منبہ“ کے ہم جلیسوں میں سے اہل صنعا کے ایک شخص کا بیان ہے کہ:

”میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے آپ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ کی امت کے ابدال کہاں ہیں؟ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ان میں سے کوئی عراق کی سرزمین پر نہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! محمد بن واسع، حسان بن ابی سنان اور مالک بن دینار ہیں۔ جن کے زہد کو لوگوں میں وہی حیثیت حاصل ہے جو ابوذر کو اپنے زمانے میں حاصل تھی“۔ [۹۷]

جعفر بن سلیمان کی اس حدیث کو ابن عساکر نے؛ سلیمان بن داؤد دشاؤکونی، عمرو بن عاصم اور سیار کے متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابوخلال اور ابو نعیم نے بھی اس روایت کی تخریج کی ہے۔ [۹۸]
اس مبارک خواب سے تائید ہوتی ہے کہ ابدال صرف ملک شام میں نہیں ہوتے۔
ابن شوذب کہتے ہیں:

”ابدال ستر ہیں۔ ساٹھ ملک شام میں اور دس پوری روئے زمین پر“۔
ابن عساکر نے اسے روایت کیا۔ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ [۹۹]

سوال: اگر بات ایسی ہی ہے کہ ابدال کا مسکن خاص ملک شام نہیں تو پھر اکثر حدیثوں

[۹۷] تاریخ مدینہ دمشق: ۳۰۱/۱۔

[۹۸] حلیۃ الاولیاء: ۱۱۲/۳۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۳۰۲/۱۔

[۹۹] تاریخ مدینہ دمشق: ۲۹۹/۱۔ سیر اعلام النبلاء: ۱۲۹/۱۱۔ ۲۹۳/۱۱۔ ۳۶۱/۱۵۔ ۳۶۲/۱۶۔ ۳۶۳/۱۶۔ ۳۶۴/۱۶۔ ۳۶۵/۱۶۔ ۳۶۶/۱۶۔ ۳۶۷/۱۶۔ ۳۶۸/۱۶۔ ۳۶۹/۱۶۔ ۳۷۰/۱۶۔ ۳۷۱/۱۶۔ ۳۷۲/۱۶۔ ۳۷۳/۱۶۔ ۳۷۴/۱۶۔ ۳۷۵/۱۶۔ ۳۷۶/۱۶۔ ۳۷۷/۱۶۔ ۳۷۸/۱۶۔ ۳۷۹/۱۶۔ ۳۸۰/۱۶۔ ۳۸۱/۱۶۔ ۳۸۲/۱۶۔ ۳۸۳/۱۶۔ ۳۸۴/۱۶۔ ۳۸۵/۱۶۔ ۳۸۶/۱۶۔ ۳۸۷/۱۶۔ ۳۸۸/۱۶۔ ۳۸۹/۱۶۔ ۳۹۰/۱۶۔ ۳۹۱/۱۶۔ ۳۹۲/۱۶۔ ۳۹۳/۱۶۔ ۳۹۴/۱۶۔ ۳۹۵/۱۶۔ ۳۹۶/۱۶۔ ۳۹۷/۱۶۔ ۳۹۸/۱۶۔ ۳۹۹/۱۶۔ ۴۰۰/۱۶۔ ۴۰۱/۱۶۔ ۴۰۲/۱۶۔ ۴۰۳/۱۶۔ ۴۰۴/۱۶۔ ۴۰۵/۱۶۔ ۴۰۶/۱۶۔ ۴۰۷/۱۶۔ ۴۰۸/۱۶۔ ۴۰۹/۱۶۔ ۴۱۰/۱۶۔ ۴۱۱/۱۶۔ ۴۱۲/۱۶۔ ۴۱۳/۱۶۔ ۴۱۴/۱۶۔ ۴۱۵/۱۶۔ ۴۱۶/۱۶۔ ۴۱۷/۱۶۔ ۴۱۸/۱۶۔ ۴۱۹/۱۶۔ ۴۲۰/۱۶۔ ۴۲۱/۱۶۔ ۴۲۲/۱۶۔ ۴۲۳/۱۶۔ ۴۲۴/۱۶۔ ۴۲۵/۱۶۔ ۴۲۶/۱۶۔ ۴۲۷/۱۶۔ ۴۲۸/۱۶۔ ۴۲۹/۱۶۔ ۴۳۰/۱۶۔ ۴۳۱/۱۶۔ ۴۳۲/۱۶۔ ۴۳۳/۱۶۔ ۴۳۴/۱۶۔ ۴۳۵/۱۶۔ ۴۳۶/۱۶۔ ۴۳۷/۱۶۔ ۴۳۸/۱۶۔ ۴۳۹/۱۶۔ ۴۴۰/۱۶۔ ۴۴۱/۱۶۔ ۴۴۲/۱۶۔ ۴۴۳/۱۶۔ ۴۴۴/۱۶۔ ۴۴۵/۱۶۔ ۴۴۶/۱۶۔ ۴۴۷/۱۶۔ ۴۴۸/۱۶۔ ۴۴۹/۱۶۔ ۴۵۰/۱۶۔ ۴۵۱/۱۶۔ ۴۵۲/۱۶۔ ۴۵۳/۱۶۔ ۴۵۴/۱۶۔ ۴۵۵/۱۶۔ ۴۵۶/۱۶۔ ۴۵۷/۱۶۔ ۴۵۸/۱۶۔ ۴۵۹/۱۶۔ ۴۶۰/۱۶۔ ۴۶۱/۱۶۔ ۴۶۲/۱۶۔ ۴۶۳/۱۶۔ ۴۶۴/۱۶۔ ۴۶۵/۱۶۔ ۴۶۶/۱۶۔ ۴۶۷/۱۶۔ ۴۶۸/۱۶۔ ۴۶۹/۱۶۔ ۴۷۰/۱۶۔ ۴۷۱/۱۶۔ ۴۷۲/۱۶۔ ۴۷۳/۱۶۔ ۴۷۴/۱۶۔ ۴۷۵/۱۶۔ ۴۷۶/۱۶۔ ۴۷۷/۱۶۔ ۴۷۸/۱۶۔ ۴۷۹/۱۶۔ ۴۸۰/۱۶۔ ۴۸۱/۱۶۔ ۴۸۲/۱۶۔ ۴۸۳/۱۶۔ ۴۸۴/۱۶۔ ۴۸۵/۱۶۔ ۴۸۶/۱۶۔ ۴۸۷/۱۶۔ ۴۸۸/۱۶۔ ۴۸۹/۱۶۔ ۴۹۰/۱۶۔ ۴۹۱/۱۶۔ ۴۹۲/۱۶۔ ۴۹۳/۱۶۔ ۴۹۴/۱۶۔ ۴۹۵/۱۶۔ ۴۹۶/۱۶۔ ۴۹۷/۱۶۔ ۴۹۸/۱۶۔ ۴۹۹/۱۶۔ ۵۰۰/۱۶۔ ۵۰۱/۱۶۔ ۵۰۲/۱۶۔ ۵۰۳/۱۶۔ ۵۰۴/۱۶۔ ۵۰۵/۱۶۔ ۵۰۶/۱۶۔ ۵۰۷/۱۶۔ ۵۰۸/۱۶۔ ۵۰۹/۱۶۔ ۵۱۰/۱۶۔ ۵۱۱/۱۶۔ ۵۱۲/۱۶۔ ۵۱۳/۱۶۔ ۵۱۴/۱۶۔ ۵۱۵/۱۶۔ ۵۱۶/۱۶۔ ۵۱۷/۱۶۔ ۵۱۸/۱۶۔ ۵۱۹/۱۶۔ ۵۲۰/۱۶۔ ۵۲۱/۱۶۔ ۵۲۲/۱۶۔ ۵۲۳/۱۶۔ ۵۲۴/۱۶۔ ۵۲۵/۱۶۔ ۵۲۶/۱۶۔ ۵۲۷/۱۶۔ ۵۲۸/۱۶۔ ۵۲۹/۱۶۔ ۵۳۰/۱۶۔ ۵۳۱/۱۶۔ ۵۳۲/۱۶۔ ۵۳۳/۱۶۔ ۵۳۴/۱۶۔ ۵۳۵/۱۶۔ ۵۳۶/۱۶۔ ۵۳۷/۱۶۔ ۵۳۸/۱۶۔ ۵۳۹/۱۶۔ ۵۴۰/۱۶۔ ۵۴۱/۱۶۔ ۵۴۲/۱۶۔ ۵۴۳/۱۶۔ ۵۴۴/۱۶۔ ۵۴۵/۱۶۔ ۵۴۶/۱۶۔ ۵۴۷/۱۶۔ ۵۴۸/۱۶۔ ۵۴۹/۱۶۔ ۵۵۰/۱۶۔ ۵۵۱/۱۶۔ ۵۵۲/۱۶۔ ۵۵۳/۱۶۔ ۵۵۴/۱۶۔ ۵۵۵/۱۶۔ ۵۵۶/۱۶۔ ۵۵۷/۱۶۔ ۵۵۸/۱۶۔ ۵۵۹/۱۶۔ ۵۶۰/۱۶۔ ۵۶۱/۱۶۔ ۵۶۲/۱۶۔ ۵۶۳/۱۶۔ ۵۶۴/۱۶۔ ۵۶۵/۱۶۔ ۵۶۶/۱۶۔ ۵۶۷/۱۶۔ ۵۶۸/۱۶۔ ۵۶۹/۱۶۔ ۵۷۰/۱۶۔ ۵۷۱/۱۶۔ ۵۷۲/۱۶۔ ۵۷۳/۱۶۔ ۵۷۴/۱۶۔ ۵۷۵/۱۶۔ ۵۷۶/۱۶۔ ۵۷۷/۱۶۔ ۵۷۸/۱۶۔ ۵۷۹/۱۶۔ ۵۸۰/۱۶۔ ۵۸۱/۱۶۔ ۵۸۲/۱۶۔ ۵۸۳/۱۶۔ ۵۸۴/۱۶۔ ۵۸۵/۱۶۔ ۵۸۶/۱۶۔ ۵۸۷/۱۶۔ ۵۸۸/۱۶۔ ۵۸۹/۱۶۔ ۵۹۰/۱۶۔ ۵۹۱/۱۶۔ ۵۹۲/۱۶۔ ۵۹۳/۱۶۔ ۵۹۴/۱۶۔ ۵۹۵/۱۶۔ ۵۹۶/۱۶۔ ۵۹۷/۱۶۔ ۵۹۸/۱۶۔ ۵۹۹/۱۶۔ ۶۰۰/۱۶۔ ۶۰۱/۱۶۔ ۶۰۲/۱۶۔ ۶۰۳/۱۶۔ ۶۰۴/۱۶۔ ۶۰۵/۱۶۔ ۶۰۶/۱۶۔ ۶۰۷/۱۶۔ ۶۰۸/۱۶۔ ۶۰۹/۱۶۔ ۶۱۰/۱۶۔ ۶۱۱/۱۶۔ ۶۱۲/۱۶۔ ۶۱۳/۱۶۔ ۶۱۴/۱۶۔ ۶۱۵/۱۶۔ ۶۱۶/۱۶۔ ۶۱۷/۱۶۔ ۶۱۸/۱۶۔ ۶۱۹/۱۶۔ ۶۲۰/۱۶۔ ۶۲۱/۱۶۔ ۶۲۲/۱۶۔ ۶۲۳/۱۶۔ ۶۲۴/۱۶۔ ۶۲۵/۱۶۔ ۶۲۶/۱۶۔ ۶۲۷/۱۶۔ ۶۲۸/۱۶۔ ۶۲۹/۱۶۔ ۶۳۰/۱۶۔ ۶۳۱/۱۶۔ ۶۳۲/۱۶۔ ۶۳۳/۱۶۔ ۶۳۴/۱۶۔ ۶۳۵/۱۶۔ ۶۳۶/۱۶۔ ۶۳۷/۱۶۔ ۶۳۸/۱۶۔ ۶۳۹/۱۶۔ ۶۴۰/۱۶۔ ۶۴۱/۱۶۔ ۶۴۲/۱۶۔ ۶۴۳/۱۶۔ ۶۴۴/۱۶۔ ۶۴۵/۱۶۔ ۶۴۶/۱۶۔ ۶۴۷/۱۶۔ ۶۴۸/۱۶۔ ۶۴۹/۱۶۔ ۶۵۰/۱۶۔ ۶۵۱/۱۶۔ ۶۵۲/۱۶۔ ۶۵۳/۱۶۔ ۶۵۴/۱۶۔ ۶۵۵/۱۶۔ ۶۵۶/۱۶۔ ۶۵۷/۱۶۔ ۶۵۸/۱۶۔ ۶۵۹/۱۶۔ ۶۶۰/۱۶۔ ۶۶۱/۱۶۔ ۶۶۲/۱۶۔ ۶۶۳/۱۶۔ ۶۶۴/۱۶۔ ۶۶۵/۱۶۔ ۶۶۶/۱۶۔ ۶۶۷/۱۶۔ ۶۶۸/۱۶۔ ۶۶۹/۱۶۔ ۶۷۰/۱۶۔ ۶۷۱/۱۶۔ ۶۷۲/۱۶۔ ۶۷۳/۱۶۔ ۶۷۴/۱۶۔ ۶۷۵/۱۶۔ ۶۷۶/۱۶۔ ۶۷۷/۱۶۔ ۶۷۸/۱۶۔ ۶۷۹/۱۶۔ ۶۸۰/۱۶۔ ۶۸۱/۱۶۔ ۶۸۲/۱۶۔ ۶۸۳/۱۶۔ ۶۸۴/۱۶۔ ۶۸۵/۱۶۔ ۶۸۶/۱۶۔ ۶۸۷/۱۶۔ ۶۸۸/۱۶۔ ۶۸۹/۱۶۔ ۶۹۰/۱۶۔ ۶۹۱/۱۶۔ ۶۹۲/۱۶۔ ۶۹۳/۱۶۔ ۶۹۴/۱۶۔ ۶۹۵/۱۶۔ ۶۹۶/۱۶۔ ۶۹۷/۱۶۔ ۶۹۸/۱۶۔ ۶۹۹/۱۶۔ ۷۰۰/۱۶۔ ۷۰۱/۱۶۔ ۷۰۲/۱۶۔ ۷۰۳/۱۶۔ ۷۰۴/۱۶۔ ۷۰۵/۱۶۔ ۷۰۶/۱۶۔ ۷۰۷/۱۶۔ ۷۰۸/۱۶۔ ۷۰۹/۱۶۔ ۷۱۰/۱۶۔ ۷۱۱/۱۶۔ ۷۱۲/۱۶۔ ۷۱۳/۱۶۔ ۷۱۴/۱۶۔ ۷۱۵/۱۶۔ ۷۱۶/۱۶۔ ۷۱۷/۱۶۔ ۷۱۸/۱۶۔ ۷۱۹/۱۶۔ ۷۲۰/۱۶۔ ۷۲۱/۱۶۔ ۷۲۲/۱۶۔ ۷۲۳/۱۶۔ ۷۲۴/۱۶۔ ۷۲۵/۱۶۔ ۷۲۶/۱۶۔ ۷۲۷/۱۶۔ ۷۲۸/۱۶۔ ۷۲۹/۱۶۔ ۷۳۰/۱۶۔ ۷۳۱/۱۶۔ ۷۳۲/۱۶۔ ۷۳۳/۱۶۔ ۷۳۴/۱۶۔ ۷۳۵/۱۶۔ ۷۳۶/۱۶۔ ۷۳۷/۱۶۔ ۷۳۸/۱۶۔ ۷۳۹/۱۶۔ ۷۴۰/۱۶۔ ۷۴۱/۱۶۔ ۷۴۲/۱۶۔ ۷۴۳/۱۶۔ ۷۴۴/۱۶۔ ۷۴۵/۱۶۔ ۷۴۶/۱۶۔ ۷۴۷/۱۶۔ ۷۴۸/۱۶۔ ۷۴۹/۱۶۔ ۷۵۰/۱۶۔ ۷۵۱/۱۶۔ ۷۵۲/۱۶۔ ۷۵۳/۱۶۔ ۷۵۴/۱۶۔ ۷۵۵/۱۶۔ ۷۵۶/۱۶۔ ۷۵۷/۱۶۔ ۷۵۸/۱۶۔ ۷۵۹/۱۶۔ ۷۶۰/۱۶۔ ۷۶۱/۱۶۔ ۷۶۲/۱۶۔ ۷۶۳/۱۶۔ ۷۶۴/۱۶۔ ۷۶۵/۱۶۔ ۷۶۶/۱۶۔ ۷۶۷/۱۶۔ ۷۶۸/۱۶۔ ۷۶۹/۱۶۔ ۷۷۰/۱۶۔ ۷۷۱/۱۶۔ ۷۷۲/۱۶۔ ۷۷۳/۱۶۔ ۷۷۴/۱۶۔ ۷۷۵/۱۶۔ ۷۷۶/۱۶۔ ۷۷۷/۱۶۔ ۷۷۸/۱۶۔ ۷۷۹/۱۶۔ ۷۸۰/۱۶۔ ۷۸۱/۱۶۔ ۷۸۲/۱۶۔ ۷۸۳/۱۶۔ ۷۸۴/۱۶۔ ۷۸۵/۱۶۔ ۷۸۶/۱۶۔ ۷۸۷/۱۶۔ ۷۸۸/۱۶۔ ۷۸۹/۱۶۔ ۷۹۰/۱۶۔ ۷۹۱/۱۶۔ ۷۹۲/۱۶۔ ۷۹۳/۱۶۔ ۷۹۴/۱۶۔ ۷۹۵/۱۶۔ ۷۹۶/۱۶۔ ۷۹۷/۱۶۔ ۷۹۸/۱۶۔ ۷۹۹/۱۶۔ ۸۰۰/۱۶۔ ۸۰۱/۱۶۔ ۸۰۲/۱۶۔ ۸۰۳/۱۶۔ ۸۰۴/۱۶۔ ۸۰۵/۱۶۔ ۸۰۶/۱۶۔ ۸۰۷/۱۶۔ ۸۰۸/۱۶۔ ۸۰۹/۱۶۔ ۸۱۰/۱۶۔ ۸۱۱/۱۶۔ ۸۱۲/۱۶۔ ۸۱۳/۱۶۔ ۸۱۴/۱۶۔ ۸۱۵/۱۶۔ ۸۱۶/۱۶۔ ۸۱۷/۱۶۔ ۸۱۸/۱۶۔ ۸۱۹/۱۶۔ ۸۲۰/۱۶۔ ۸۲۱/۱۶۔ ۸۲۲/۱۶۔ ۸۲۳/۱۶۔ ۸۲۴/۱۶۔ ۸۲۵/۱۶۔ ۸۲۶/۱۶۔ ۸۲۷/۱۶۔ ۸۲۸/۱۶۔ ۸۲۹/۱۶۔ ۸۳۰/۱۶۔ ۸۳۱/۱۶۔ ۸۳۲/۱۶۔ ۸۳۳/۱۶۔ ۸۳۴/۱۶۔ ۸۳۵/۱۶۔ ۸۳۶/۱۶۔ ۸۳۷/۱۶۔ ۸۳۸/۱۶۔ ۸۳۹/۱۶۔ ۸۴۰/۱۶۔ ۸۴۱/۱۶۔ ۸۴۲/۱۶۔ ۸۴۳/۱۶۔ ۸۴۴/۱۶۔ ۸۴۵/۱۶۔ ۸۴۶/۱۶۔ ۸۴۷/۱۶۔ ۸۴۸/۱۶۔ ۸۴۹/۱۶۔ ۸۵۰/۱۶۔ ۸۵۱/۱۶۔ ۸۵۲/۱۶۔ ۸۵۳/۱۶۔ ۸۵۴/۱۶۔ ۸۵۵/۱۶۔ ۸۵۶/۱۶۔ ۸۵۷/۱۶۔ ۸۵۸/۱۶۔ ۸۵۹/۱۶۔ ۸۶۰/۱۶۔ ۸۶۱/۱۶۔ ۸۶۲/۱۶۔ ۸۶۳/۱۶۔ ۸۶۴/۱۶۔ ۸۶۵/۱۶۔ ۸۶۶/۱۶۔ ۸۶۷/۱۶۔ ۸۶۸/۱۶۔ ۸۶۹/۱۶۔ ۸۷۰/۱۶۔ ۸۷۱/۱۶۔ ۸۷۲/۱۶۔ ۸۷۳/۱۶۔ ۸۷۴/۱۶۔ ۸۷۵/۱۶۔ ۸۷۶/۱۶۔ ۸۷۷/۱۶۔ ۸۷۸/۱۶۔ ۸۷۹/۱۶۔ ۸۸۰/۱۶۔ ۸۸۱/۱۶۔ ۸۸۲/۱۶۔ ۸۸۳/۱۶۔ ۸۸۴/۱۶۔ ۸۸۵/۱۶۔ ۸۸۶/۱۶۔ ۸۸۷/۱۶۔ ۸۸۸/۱۶۔ ۸۸۹/۱۶۔ ۸۹۰/۱۶۔ ۸۹۱/۱۶۔ ۸۹۲/۱۶۔ ۸۹۳/۱۶۔ ۸۹۴/۱۶۔ ۸۹۵/۱۶۔ ۸۹۶/۱۶۔ ۸۹۷/۱۶۔ ۸۹۸/۱۶۔ ۸۹۹/۱۶۔ ۹۰۰/۱۶۔ ۹۰۱/۱۶۔ ۹۰۲/۱۶۔ ۹۰۳/۱۶۔ ۹۰۴/۱۶۔ ۹۰۵/۱۶۔ ۹۰۶/۱۶۔ ۹۰۷/۱۶۔ ۹۰۸/۱۶۔ ۹۰۹/۱۶۔ ۹۱۰/۱۶۔ ۹۱۱/۱۶۔ ۹۱۲/۱۶۔ ۹۱۳/۱۶۔ ۹۱۴/۱۶۔ ۹۱۵/۱۶۔ ۹۱۶/۱۶۔ ۹۱۷/۱۶۔ ۹۱۸/۱۶۔ ۹۱۹/۱۶۔ ۹۲۰/۱۶۔ ۹۲۱/۱۶۔ ۹۲۲/۱۶۔ ۹۲۳/۱۶۔ ۹۲۴/۱۶۔ ۹۲۵/۱۶۔ ۹۲۶/۱۶۔ ۹۲۷/۱۶۔ ۹۲۸/۱۶۔ ۹۲۹/۱۶۔ ۹۳۰/۱۶۔ ۹۳۱/۱۶۔ ۹۳۲/۱۶۔ ۹۳۳/۱۶۔ ۹۳۴/۱۶۔ ۹۳۵/۱۶۔ ۹۳۶/۱۶۔ ۹۳۷/۱۶۔ ۹۳۸/۱۶۔ ۹۳۹/۱۶۔ ۹۴۰/۱۶۔ ۹۴۱/۱۶۔ ۹۴۲/۱۶۔ ۹۴۳/۱۶۔ ۹۴۴/۱۶۔ ۹۴۵/۱۶۔ ۹۴۶/۱۶۔ ۹۴۷/۱۶۔ ۹۴۸/۱۶۔ ۹۴۹/۱۶۔ ۹۵۰/۱۶۔ ۹۵۱/۱۶۔ ۹۵۲/۱۶۔ ۹۵۳/۱۶۔ ۹۵۴/۱۶۔ ۹۵۵/۱۶۔ ۹۵۶/۱۶۔ ۹۵۷/۱۶۔ ۹۵۸/۱۶۔ ۹۵۹/۱۶۔ ۹۶۰/۱۶۔ ۹۶۱/۱۶۔ ۹۶۲/۱۶۔ ۹۶۳/۱۶۔ ۹۶۴/۱۶۔ ۹۶۵/۱۶۔ ۹۶۶/۱۶۔ ۹۶۷/۱۶۔ ۹۶۸/۱۶۔ ۹۶۹/۱۶۔ ۹۷۰/۱۶۔ ۹۷۱/۱۶۔ ۹۷۲/۱۶۔ ۹۷۳/۱۶۔ ۹۷۴/۱۶۔ ۹۷۵/۱۶۔ ۹۷۶/۱۶۔ ۹۷۷/۱۶۔ ۹۷۸/۱۶۔ ۹۷۹/۱۶۔ ۹۸۰/۱۶۔ ۹۸۱/۱۶۔ ۹۸۲/۱۶۔ ۹۸۳/۱۶۔ ۹۸۴/۱۶۔ ۹۸۵/۱۶۔ ۹۸۶/۱۶۔ ۹۸۷/۱۶۔ ۹۸۸/۱۶۔ ۹۸۹/۱۶۔ ۹۹۰/۱۶۔ ۹۹۱/۱۶۔ ۹۹۲/۱۶۔ ۹۹۳/۱۶۔ ۹۹۴/۱۶۔ ۹۹۵/۱۶۔ ۹۹۶/۱۶۔ ۹۹۷/۱۶۔ ۹۹۸/۱۶۔ ۹۹۹/۱۶۔ ۱۰۰۰/۱۶۔

میں یہ کیوں کہا گیا کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں؟
 جواب: اس کی تین وجہیں ممکن ہیں:
 ایک تو یہ کہ..... ابدال کی اکثریت ملک شام میں ہوتی ہے۔
 دوسری یہ کہ..... کبھی دنیا کے دوسرے گوشوں میں ابدال نہیں ہوتے، مگر ملک شام میں
 ہمیشہ ہوتے ہیں۔

تیسری یہ کہ..... آخر زمانہ میں ابدال کثرت کے ساتھ ملک شام میں ہوں گے۔
 جیسا کہ حضرت واثلہ بن اسقع سے مروی ہے..... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:
 سَتَكُونُ دِمَشْقُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَكْثَرُ الْمَدِينِ أَهْنُ وَأَكْثَرُهُ أَبْدَالًا
 وَأَكْثَرُهُ مَسَاجِدًا وَأَكْثَرُهُ زُهَادًا وَأَكْثَرُهُ مَالًا وَرَجَالًا وَأَقَلُّهُ كُفْرًا
 وَهِيَ مَعْقَلٌ لِأَهْلِهَا۔ رواہ ابن عساکر [۱۰۰]

(آخر زمانہ میں دمشق کے اکثر قبے کمزور ہوں گے۔ وہاں کثرت
 سے ابدال، مسجدیں اور پرہیزگار ہوں گے۔ وہاں مالدار لوگ
 زیادہ ہوں گے۔ وہاں کی مردم شماری زیادہ ہوگی اور کافر کم ہوں
 گے۔ اور یہ شہر وہاں کے لوگوں کی پناہ گاہ ہوگی۔)
 یہ حدیث ضعیف ہے۔

☆☆☆

امر چہارم کی توجیہ

ایک ابدال کی موت کے بعد دوسرا اُس کی جگہ پر بحال ہوتا ہے۔
حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ابدال وفات پاتا ہے تو دوسرا اُس کی جانشین بنتا ہے
، مگر ابن عربی نے حدیث کی اس ظاہری مراد کے برخلاف یہ توجیہ کی ہے کہ: ”ابدال جب ایک
جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے تو اس جگہ اپنی ”حقیقت روحانیہ“ چھوڑ جاتا ہے جس کی طرف
اس جگہ کی روحمیں اکٹھا ہوتی ہیں اگر وہاں کے لوگوں کا اشتیاق اس کے لئے بڑھ جاتا ہے تو وہ روح
شکل اختیار کر لیتی ہے پھر لوگوں کی اس سے بات چیت ہوتی ہے حالانکہ وہ حقیقت میں وہاں
موجود نہیں ہوتا۔ کبھی یہ معاملہ ابدال کے علاوہ دوسرے ولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے مگر دونوں میں یہ
فرق ہے کہ ابدال کو اپنے اس معاملہ کی خبر رہتی ہے اور دوسرا ولی اپنے اس معاملہ سے نا آشنا
ہوتا ہے“۔ [۱۰۱]

علامہ مناوی بھی اس کی تائید میں لکھتے ہیں:
”انہیں ابدال اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ کسی دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں تو پہلی
جگہ پر اپنا ایک بمشکل چھوڑ جاتے ہیں۔ جب یہ قوت ”جن“ کو حاصل ہے کہ جیسی صورت چاہیں
اختیار کر لیں تو فرشتے اور اولیا اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ [۱۰۲]
راقم الحروف لکھتا ہے کہ یہ تاویل حدیث کے لفظ اور معنی دونوں ہی اعتبار سے باطل
ہے:

☆ حدیثوں میں ”هَلَكَ“ اور ”مَاتَ“ کا لفظ آیا ہے جو اس بات کو واضح کرتا ہے کہ
ابدال کی بدلیت یعنی جانشین کا معاملہ اس کی زندگی میں درپیش نہیں ہوتا بلکہ جان کی ہلاکت اور
موت کے بعد ہوتا ہے۔
☆ ”اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ رَجُلًا آخَرَ“ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابدال کا جانشین

[۱۰۱] فیض القدیر: ۱۱۸/۱-رسائل ابن عابدین: ۲۶۶

[۱۰۲] فیض القدیر: ۲۱۹/۱

ایک دوسرا مرد ہوتا ہے خود اس کی اپنی روح نہیں ہوتی۔

☆ حدیث کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ جانشینی من جانب اللہ ہوتی ہے جس میں ابدال کو اپنے قصد و اختیار کا دخل نہیں ہوتا جب کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا اپنے قصد و اختیار کا نتیجہ ہے۔

☆ ابدال کی ضرورت دنیا میں اس لئے ہے کہ ان کے وجود کی برکت اور ان کی دعا کا فیضان ان جہاں تک خدا چاہے ہو سکے۔ ایسا نہیں کہ وہ جہاں ہو گئے وہیں تک ان کی برکت کا دائرہ محدود ہوگا۔

☆ ابدال جگہ جگہ ہیں اور بے شمار ہیں تو اس طرح ان کا فیضان اور ان کی برکتیں عام ہوں گی دنیا میں ہر طرف پھیلی ہوئی تو پھر یہ بات بے معنی ہے کہ ابدال جب منتقل ہو کر دوسری جگہ جائے تو پہلی جگہ مزید ایک ابدال کی ضرورت پڑ جائے اور اتنی شدید ضرورت کہ اسے وہاں اپنا ایک ہم شکل چھوڑنا پڑے!

☆ خاص اولیاء کرام میں سے بھی کم ہی لوگ ابدال کو جانتے پہچانتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ ”اس کی روحانیت کے دربار میں لوگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور شکل اختیار کرنے پر عوام ان سے گفتگو کرتے ہیں“ بالکل ہی خلاف واقعہ اور خلاف مشاہدہ ہے۔

☆☆☆

امریختم کی توجیہ

ابدال کے توسط سے لوگ عذاب سے محفوظ رہتے ہیں
 مذکورہ حدیثوں کی روشنی میں بعض حضرات یہ نظریہ قائم کرتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ
 برکتیں نازل ہوتی ہیں مثلاً بارش، روزی، مدد، عذاب سے تحفظ اور غرق و بلا سے رہائی وغیرہ؛ وہ
 صرف ابدال کے وسیلہ سے ہوتی ہیں حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ابدال کے علاوہ دوسرے
 لوگ بھی ان برکتوں کے نزول کا ذریعہ بنتے ہیں جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت
 ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ..... میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:
 ”اَبْغُونِي فِي ضَعْفَائِكُمْ فَاِنَّكُمْ اَنْتُمْ تُزْقَوْنَ وَتَنْصَرُونَ
 بِضَعْفَائِكُمْ“۔

(مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں اپنے کمزوروں ہی
 کی بنیاد پر روزی ملتی ہے اور مدد پہنچتی ہے۔)
 اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، نسائی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ [۱۰۳]
 حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے..... کہ میں نے دریافت کیا: یا رسول
 اللہ! جو آدمی قوم کا نگہبان ہو تو کی اس کا اور اس کے علاوہ دوسروں کا حصہ برابر ہے؟ ارشاد فرمایا:
 ”كَغَلَّتْكَ يَا ابْنَ اُمِّ سَعْدٍ وَهَلْ تُرْزَقُونَ وَتَنْصَرُونَ
 اِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ“۔

(اے ام سعد کے بیٹے! تیری ماں تجھ پر روئے، تمہیں تمہارے
 کمزوروں ہی کی وجہ سے روزی ملتی ہے اور مدد پہنچتی ہے۔)
 اسے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ [۱۰۴]
 حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ

[۱۰۳] مسند امام احمد: ۶/۲۵، نسائی: ۳۵۳/۶، سنن الکبریٰ: ۳/۳۴۵

[۱۰۴] مسند امام احمد: ۱/۲۸۳

انہیں دوسرے صحابہ پر فضیلت حاصل ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

”هَلْ تُنْصَرُونَ إِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ“ -

(تمہیں، تمہارے کمزوروں ہی کی وجہ سے مدد پہنچتی ہے۔)

اسے بخاری اور نسائی نے روایت کیا۔ [۱۰۵]

حافظ ابو نعیم نے اس میں اتنا اور اضافہ کیا:

”بَدْعُوْتِهِمْ وَآخِلَاصِهِمْ“ -

(یعنی تمہیں کمزوروں کے ذریعہ؛ ان کی دعاؤں اور ان

کیا خلاص کے ذریعہ مدد پہنچتی ہے۔) [۱۰۶]

بیہقی نے اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے:

”إِنَّمَا نَصَرَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعْفِهَا

بَدْعُوْتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَآخِلَاصِهِمْ“ -

(خدا نے عزوجل اس امت کو کمزوروں کی وجہ سے..... ان کی

دعا، نماز اور اخلاص کی وجہ سے مدد فرماتا ہے۔) [۱۰۷]

حضرت مسافع دیلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے..... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”لَوْلَا عِبَادُ رُكْعٍ وَصَبِيَّةٌ رُضْعٌ وَبَهَائِمٌ رُتْعٌ لَصَبَّ

عَلَيْكُمْ الْعَذَابُ صَبًّا لَتَرَضُنَّ رَضًّا“ -

(اگر خدا کے عبادت گزار بندے، دودھ پیتے بچے اور چرنے

والے جانور نہ ہوتے تو وہ تم پر بڑا عذاب لاتا۔)

اسے بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا۔ [۱۰۸]

[۱۰۵] بخاری: ۳۳۱/۲ - نسائی: ۳۵۲/۶

[۱۰۶] حلیۃ الاولیاء: ۲۹/۸

[۱۰۷] سنن الکبریٰ: ۳۳۵/۳

[۱۰۸] سنن الکبریٰ: ۳۳۵/۲

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے..... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:
 ”إِنَّ اللَّهَ لَيَدْفَعُ بِالرَّجُلِ الصَّالِحِ عَنْ مِئَةِ مَنَ أَهْلِ الْبَيْتِ
 مِنْ حَيْرَانِهِ الْبَلَاءَ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
 لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ﴾“

(بے شک اللہ ایک مرد صالح کے ذریعہ اس کے سو پڑوسیوں
 سے بلا کو دفع فرماتا ہے۔ پھر آپ نے آیت تلاوت کی کہ: اگر
 اللہ لوگوں میں سے ایک کا دفاع دوسرے سے نہ کرے تو زمین
 برباد ہو جائے۔)

طبرانی نے اسے معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا۔ [۱۰۹]
 حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد
 فرماتے ہوئے سنا:

”مَنْ اسْتَغْفَرَ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعًا
 وَعِشْرِينَ مَرَّةً أَوْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً - أَحَدًا الْعَدَدَيْنِ - كَانَ مِنَ
 الَّذِينَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ أَهْلُ الْأَرْضِ“ -
 (جس نے ہر روز ۲۵ یا ۲۵ مرتبہ مومن مردوں یا عورتوں کے لئے
 استغفار پڑھا تو وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جن کی دعا
 مستجاب ہوتی ہے اور جن کے ذریعہ دنیا والوں کو روزی نصیب
 ہوتی ہے۔)

اسے طبرانی نے روایت کیا۔ [۱۱۰]
 ان حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ ابدال کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہیں جن کے وسیلہ
 سے برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ ہاں! ابدال کے علاوہ لوگوں کی برکتوں کا جب یہ حال ہے تو ابدال

[۱۰۹] مجمع الزوائد: ۳۹۹/۸

[۱۱۰] مجمع الزوائد: ۳۵۲/۱۰

کے وسیلہ سے جن برکتوں کا نزول ہوتا ہوگا اس کا کیا تصور؟
 بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان مقدس ہستیوں کی دعاؤں کے طفیل آسمان سے
 امن و امان اور خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ یہ بات درست تو ہے مگر یہی نہیں کہ صرف ان کی
 دعاؤں سے خیر و برکت کا سلسلہ جاری ہوتا ہے، بلکہ ان کا عمل اور ان کا اخلاص بھی نزول برکات
 کا ذریعہ بنتا ہے، بلکہ کسی بستی میں صرف ان کا رہنا ہی امن و امان کا ضامن اور خیرات و برکات کا
 داعی ہے۔ یہ دعا کریں کریں نہ کریں ان کا مبارک وجود ہی خوشحال زندگی کا امین ہے۔ اسی لئے
 شارحین حدیث؛ یعنی، عسقلانی، اور قسطلانی ”بِضَعْفَائِكُمْ“ کی توجیہ ”بِیْسَرٍ كَثِيرٍهُمْ وَدُعَائِهِمْ“
 سے کرتے ہیں۔ یعنی ان کی دعا اور ان کے وجود کی برکت دونوں ہی کشادگی رزق اور عطائے
 نصرت کا ذریعہ ہیں۔ [۱۱۱]



[۱۱۱] عمدة القاری: ۱۴/۱۸۷- فتح الباری: ۶/۶۷- ارشاد الساری: ۹۱/۵

ابدال کے اخلاق و عادات

ابدال کے اخلاق و عادات کے تعلق سے کوئی صحیح حدیث تو نہیں البتہ جو ضعیف حدیثیں اس باب میں وارد ہوئی ہیں وہ اپنے شواہد کے پیش نظر قوی ہو جاتی ہیں۔ ذیل میں ہم ان حدیثوں کو نقل کر رہے ہیں:

عن صالح المري عن الحسن عن ابی سعید
الخدري او غيره قال قال رسول الله ﷺ إِنَّ اَبْدَالَ اُمَّتِي كَمْ
يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِاَلْاَعْمَالِ اِنَّمَا دَخَلُوهَا بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَسَخَاوَةِ
الْأَنْفُسِ وَسَلَامَةِ الصُّدُورِ وَرَحْمَةِ لِّجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ۔

(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”بیشک میری امت کے
ابدال جنت میں اعمال کی بنیاد پر نہیں گئے بلکہ وہ لوگ
اللہ کی رحمت، نفس کی سخاوت، دل کی سلامتی اور تمام
مسلمانوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کے سبب
جنت میں داخل ہوئے۔“)

اس حدیث کو بیہقی اور دارمی نے روایت کیا۔ [۱۱۲]

صالح مزی پر اس حدیث کا دارومدار ہے اور وہ ضعیف ہے۔ [۱۱۳]

• عن انس ان رسول الله ﷺ قال إِنَّ بُدْلَاءَ اُمَّتِي كَمْ
يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِكَثْرَةِ صَلَاتِهِمْ وَلَا صِيَامِهِمْ وَلَكِنْ دَخَلَهَا بِسَلَامَةِ
صُدُورِهِمْ وَسَخَاوَةِ أَنْفُسِهِمْ۔“

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے..... رسول اللہ ﷺ)

[۱۱۲] الحاوی: ۴/۲۶۴

[۱۱۳] تقریب التہذیب: ۱/۳۵۸

نے فرمایا: بے شک میری امت کے ابدال جنت میں اپنی نمازوں اور اپنے روزوں کی زیادتی کی بنا پر نہیں گئے، بلکہ اپنے دلوں کی سلامتی اور اپنے نفسوں کی سخاوت کی وجہ سے وہ لوگ جنت میں داخل ہوئے۔)

اسے ابن عدی نے روایت کیا۔ اس میں ایک راوی ”محمد بن عبدالعزیز دینوری“ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ: یہ حدیث ”دینوری“ کے علاوہ غیر معروف ہے۔ اس کے علاوہ ”دینوری“ نے کئی ایک منکر حدیثیں روایت کی ہیں۔ [۱۱۴] ذہبی کہتے ہیں کہ: ”دینوری“ منکر الحدیث، ضعیف ہے، ثقہ نہیں۔ وہ بلائیں لاتا ہے۔ [۱۱۵]

اسماعیل بن ابراہیم بن بسام نے صالح مڑی کی اس حدیث کو ”حسن“ سے مرسل روایت کیا ہے۔

• عَنْ يَزِيدَ الرُّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ
دَعَائِمُ أُمْنِي عَصَائِبُ الْيَمَنِ وَأَرْبَعُونَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْدَالِ بِالشَّامِ
كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبَدَ اللَّهُ مَكَانَهُ أَمْ أَنَّهُمْ لَمْ يَلُغُوا ذَلِكَ بِكَثْرَةِ
صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ وَلَكِنْ بِسَخَاءِ الْأَنْفُسِ وَسَلَامَةِ الصُّدُورِ
وَالنَّصِيحَةِ لِلْمُسْلِمِينَ۔ [۱۱۶]

(حضرت انس بن مالک سے مروی ہے..... وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”یمن کے عصائب میری

[۱۱۴] الکامل: ۲۶۹۱/۲-۲۶۹۲ [۱۱۵] ایضاً

بعض لوگ اس جیسی حدیث کی بنا پر ابدال سے پہلے ”بد لائے سبعہ“ کا ایک گروہ فرض کرتے ہیں۔ فاضل بریلوی بھی اسی ترتیب کے قائل ہیں۔ [فتاویٰ رضویہ: ۲۲۲/۱۲] جبکہ یہ محدثین اور مشہور صوفیہ کے خلاف ہے، نیز اس کا کہیں کچھ ثبوت بھی نہیں۔ [۱۱۶] تاریخ مدینہ دمشق: ۲۹۲/۱

امت کے ستون ہیں اور چالیس مرد ابدال شام میں ہیں۔ جب کبھی ایک مرد فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر دوسرے کو بحال فرماتا ہے مگر وہ اس مرتبہ کو نماز اور روزہ کی کثرت سے نہیں پہونچے ہیں بلکہ نفوس کی سخاوت، دلوں کی سلامتی اور مسلمانوں کو خیر خواہی سے اس مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں۔“ (

اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ اس میں ایک راوی ”یزید الرقاشی“ ہے۔ عقیلی نے اسے ضعیف لکھا ہے۔ [۱۱۷]

• عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَزَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي عَلَى قَلْبِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُقَالُ لَهُمْ الْآبِدَالُ أَنَّهُمْ لَنْ يُدْرِكُوَهَا بِصَلَاةٍ وَلَا بِصَوْمٍ وَلَا بِصَدَقَةٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَبِمَ أَذْرِكُوَهَا قَالَ بِالسَّخَا وَالنَّصِيحَةِ لِلْمُسْلِمِينَ۔ [۱۱۸]

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے..... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”میری امت میں ایسے چالیس مرد برابر ہوتے رہیں گے جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوں گے۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ زمین والوں کو محفوظ رکھے گا جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ وہ لوگ کبھی اس مرتبہ کو نماز روزہ اور صدقہ کی وجہ سے نہیں پہنچتے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! پھر وہ کیونکر اس مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں؟ فرمایا: سخاوت اور مسلمانوں کے حق میں نصیحت فرما کر۔)

پیشی لکھتے ہیں: ”اس حدیث کو دو راوی ”ثابت عیاش الاحدب“ اور ”ابورجاء الکلی“

[۱۱۷] کتاب الضعفاء الکبیر: ۳/۴۷۳

[۱۱۸] حلیۃ الاولیاء: ۳/۱۷۱، المجاوی: ۳/۶۳۲

کو میں نہیں پہچانتا۔ اور باقی رجال صحیح ہیں۔ [۱۱۹]
 راقم الحروف لکھتا ہے کہ ”ابو جالحکمی“ غیر معروف راوی نہیں۔ ائمہ نقاد نے اس کے
 بارے میں جرح و تعدیل کے مختلف اقوال پیش کئے ہیں:
 ابن معین کہتے ہیں کہ: ”ابو جالحکمی ثقہ ہے“۔ [۱۲۰]
 ابن عدی کہتے ہیں: ”وہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ حدیثیں روایت کرتا
 ہے“۔ [۱۲۱]

بزار نے اپنی مسند میں اسے ثقہ قرار دیا۔ [۱۲۲]
 ابن حبان کہتے ہیں کہ: وہ ثقات سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اسانید کو
 مقلوب بناتا ہے اور موقوف کو مرفوع کرتا ہے اس سے حدیث کی روایت حلال نہیں۔ [۱۲۳]
 البیہ طبرانی کا شیخ ”احمد بن داؤد کی“ ضرور غیر معروف ہے۔
 اس باب میں ابوالزناد تابعی سے ایک مقطوع روایت بھی منقول ہے جو درج ذیل ہے
 بکر بن خنیس سے ایک مرفوع روایت منقول ہے:
 ”عَلَامَةُ اَبْدَالِ اُمَّتِي اَنْهُمْ لَا يَلْعَنُونَ شَيْئًا اَبَدًا“۔
 (میری امت کے ابدال کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی کسی چیز پر لعنت نہیں بھیجتے۔)
 اسے بن ابی دنیا نے روایت کیا۔ بکر بن خنیس کے سلسلہ اسناد میں دو راوی ہیں۔ ایک
 عبدالرحمن بن صالح ازدی؛ یہ ثقہ ہے۔ دوسرے عبدالرحمن بن محمد حاربی؛ یہ صدوق ہے۔ [۱۲۴]
 • ابوالزناد کہتے ہیں کہ:

[۱۱۹] مجمع الزوائد: ۱۰/۳۷

[۱۲۰] کتاب الجرح والتعديل: ۹/۳۷

[۱۲۱] الکامل: ۳/۱۰۰

[۱۲۲] لسان المیزان: ۳/۱۱۷

[۱۲۳] کتاب الضعفاء والمترکین: ۱/۲۸۹

[۱۲۴] کتاب الجرح والتعديل: ۵/۲۳۶-۲۳۸

”جب نبوت ختم ہوئی اور انبیاء میں کی میٹھیں تھیں تو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ میں سے چالیس مرد کو ان کا جانشین قرار دیا۔ جنہیں ”ابدال“ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک مرد کی وفات پر اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس جگہ پر نصب فرماتا ہے۔ وہ زمین کی میٹھیں ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں پر فضیلت رکھتے ہیں تو نماز اور روزہ کی زیادتی کی وجہ سے نہیں اور نہ خوب خاکساری دکھانے اور نہ اچھے رنگ روپ کی وجہ سے بلکہ سچی پرہیزگاری، اچھی نیت، دلوں کی سلامتی، تمام مسلمانوں کی خیر خواہی، بردباری، صبر اور مہربان عقل کے ساتھ رضائے الہی کی تلاش اور رسوائی کی جگہوں کے علاوہ انکساری اختیار کر کے وہ (وہ لوگوں پر فضیلت پاتے ہیں) وہ کسی کو نہ کوستے ہیں اور نہ کسی کو ستاتے ہیں نہ اپنے کسی ماتحت پر دراز دیتی کرتے ہیں اور نہ اسے کمتر خیال کرتے ہیں اور نہ اپنے سے اوپر والوں سے حسد رکھتے ہیں، نہ وہ عاجزی دکھانے والے ہوتے ہیں اور نہ خاموشی و کمزوری اور نہ خود پسندی کرنے والے ہوتے ہیں، نہ وہ دنیا کے لئے محبت کرتے ہیں اور نہ دنیا سے، نہ آج کی وحشت میں ہیں اور نہ کل کی غفلت میں۔“

یہ حدیث ”حسن“ ہے۔ اسے ابن ابی الدنیا نے اور ابن عساکر نے بسند خود روایت

کیا۔ [۱۲۵]

اس کے اسناد میں ایک راوی ”عثمان بن مطیع“ صدوق ہے اور باقی رجال ثقات

ہیں۔ [۱۲۶]



[۱۲۵] تاریخ مدینہ دمشق: ۳۰۴/۱

[۱۲۶] کتاب الجرح والتعديل: ۹۱۷/۲

ابداً مرد ہوتے ہیں

گذشتہ حدیثوں میں ابدال کے لئے ”رَجُلٌ“ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابدال مرد ہوتے ہیں اور ان کے گردہ میں کوئی عورت نہیں۔

درایت کا بھی یہی تقاضہ ہوتا ہے۔ یہ ذمہ داروں کی ایک جماعت ہے ان کے ذمہ خلق خدا کی خیر خواہی اور انہیں نفع رسانی کے معاملات دیئے جاتے ہیں اور یہ کام لوگوں سے میل جول کئے بغیر انجام نہیں پاتا۔ ابدال وہ مقدس لوگ ہیں جو پابندی شریعت کے نازک مرحلوں کو بھی بڑی تن دہی اور مجمعی کے ساتھ کرتے ہیں اگر ان میں کوئی عورت ہو تو وہ اپنے منصب کی ادائیگی میں ضرور احکام شریعت سے اعراض کرے گی ورنہ اختلاط مرد و زن کا وبال اس کے سر جائے گا۔ ایک ابدال سے ایسی حرکتوں کا تصور بھی محال ہے۔ یا تو عورت ابدال نہیں ہوگی یا ہوئی تو اپنے منصب سے کبھی عہدہ برآ نہ ہو پائے گی

بعض روایتوں سے اندیشہ ہوتا ہے کہ ابدال کی جماعت میں عورتیں بھی شامل ہیں مگر ان روایتوں کی اسنادی حیثیت قابل اطمینان نہیں، مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے:

”الْأَبْدَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا وَارْبَعُونَ امْرَأَةً كُلُّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ رَجُلًا وَكُلُّمَا مَاتَتْ امْرَأَةٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهَا امْرَأَةً“۔

(ابدال چالیس مرد اور چالیس عورتیں ہیں۔ جب کبھی ایک مرد ہوتا ہے تو خدا اس کی جگہ پر ایک مرد کو رکھ دیتا ہے اور جب کبھی کوئی عورت فوت ہوتی ہے تو خدا اس کی جگہ پر ایک عورت کو لاتا ہے۔)

اسے خُذَّال اور دِلیمی نے روایت کیا۔ [۱۲۷]

[۱۲۷] الجامعی: ۴/۴۶۰، الفردوس: ۱۱۹/۱

اس کے اسناد میں خلّال کا شیخ؛ ”بکر بن شاذان“ متہم ہے جو منکر حکایتیں روایت کرتا ہے۔ حاکم نے اس پر طعن کیا ہے جیسا کہ ذہبی نے لکھا ہے۔ [۱۲۸]
اور بکر بن شاذان نے ”عمر بن محمد صابونی“ نام کے جس راوی سے اسے روایت کیا ہے وہ مجہول ہے۔

مَقَاتِلُ

ارشاد جمال

01/6/2000.Thu

[۱۲۸] میزان الاعتدال: ۶۰۶/۳

مآخذ ومراجع

- ۱- الاسرار المرفوعة - علی بن محمد بن سلطان ملا علی قاری م ۱۰۱۴ھ
- ۲- الامن والعلی - احمد رضا بن نقی علی خاں م ۱۳۴۰ھ
- ۳- ارشاد الساری - احمد بن محمد قسطلانی م ۹۲۳ھ
- ۴- البدایة والنهاية - اسماعیل بن کثیر دمشقی م ۷۷۴ھ
- ۵- تاریخ الطبری - محمد بن جریر طبری م ۳۱۰ھ
- ۶- تاریخ مدینة دمشق - علی بن حسن ابن عساکر م ۵۷۱ھ
- ۷- تدریب الراوی - عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی م ۹۱۱ھ
- ۸- التذکرة - محمد بن عبداللہ ذرکشی م ۷۹۴ھ
- ۹- تقریب التہذیب - احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ
- ۱۰- التقدید والایضاح - عبدالرحیم بن حسین عراقی م ۸۰۶ھ
- ۱۱- الجامع الصغیر - عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی م ۹۱۱ھ
- ۱۲- جامع المسانید - اسماعیل بن کثیر دمشقی م ۷۷۴ھ
- ۱۳- الحاوی للمفتاوی - عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی م ۹۱۱ھ
- ۱۴- حلیة الاولیا - ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی م ۴۳۰ھ
- ۱۵- دلائل النبوة - احمد بن علی بن حسین بیہقی م ۴۸۵ھ
- ۱۶- رسائل ابن عابدین شامی - سید محمد امین بن عمر شامی م ۱۲۳۶ھ
- ۱۷- سنن ابوداود - ابوداود اشعث بن سلیمان جہتانی م ۲۷۵ھ
- ۱۸- سنن النسائی - احمد بن شعیب نسائی م ۳۰۳ھ
- ۱۹- سنن الکبری - احمد بن علی بن حسین بیہقی م ۴۸۵ھ
- ۲۰- سیر اعلام النبلا - محمد بن احمد بن عثمان م ۷۷۸ھ

٢١- صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	٢٥٦هـ
٢٢- صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری	٢٦١هـ
٢٣- الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد - ابن سعد	٢٣٠هـ
٢٤- عمدة القاری	محمود بن احمد عینی	٨٥٥هـ
٢٥- عون المعبود	محمد شمس الحق عظیم آبادی	م
٢٦- فتاویٰ ابن تیمیہ	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	٢٨٨هـ
٢٧- فتاویٰ رضویہ	احمد رضا بن نقی علی خاں	١٣٢٠هـ
٢٨- فتح الباری	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	٨٥٣هـ
٢٩- الفتح الربانی	شیخ عبد القادر جیلانی	٥٦١هـ
٣٠- فتوح الغیب	شیخ عبد القادر جیلانی	٥٦١هـ
٣١- الفردوس بمأثور الخطاب	شیرویہ بن شهر دار دیلی	٥٠٩هـ
٣٢- الفرقان	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	٢٨٨هـ
٣٣- فیض القدر	محمد عبد الرؤف مناوی	م
٣٤- اکامل فی ضعفاء الرجال	عبد اللہ بن عدی جرجانی	٣٦٥هـ
٣٥- کتاب الضعفاء الکبیر	محمد بن عمرو بن موسیٰ عقیلی	٣٢٢هـ
٣٦- کتاب الضعفاء والمتروکین	عبد الرحمن بن علی جوزی	٥٩٤هـ
٣٧- کتاب الجرح والتعديل	عبد الرحمن بن ابی حاتم	٣٢٤هـ
٣٨- کشف الخفا	اسماعیل بن محمد عجلونی	١١٦٣هـ
٣٩- لسان المیزان	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	٨٥٣هـ
٤٠- لطائف اشرفی	نظام حاجی غریب یمنی	م
٤١- مجمع الزوائد	علی بن ابوبکر یثربی	٨٠٤هـ
٤٢- مجموعة الرسائل	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	٢٨٨هـ
٤٣- المطالب العالیہ	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	٨٥٣هـ

۴۴- المستدرک	محمد بن عبد اللہ حاکم نیشابوری	م ۴۰۵ھ
۴۵- مسند احمد بن حنبل	احمد بن حنبل	م ۲۴۱ھ
۴۶- مشکوٰۃ المصابیح مع تعلیق البانی، محمد بن عبد اللہ خطیب		م ۴۲۷ھ
۴۷- مصطلحات اصول الحدیث	ڈاکٹر خالد علوی	
۴۸- المقاصد الحسنہ	محمد عبدالرحمن سخاوی	م ۹۰۲ھ
۴۹- المنار المذہب	محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزیہ	م ۷۵۱ھ
۵۰- میزان الاعتدال	محمد بن احمد بن عثمان ذہبی	م ۷۴۸ھ
۵۱- نزہۃ النظر	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	م ۸۵۳ھ
۵۲- نوادر الاصول	محمد بن علی بن حسن حکیم ترمذی	م ۳۲۰ھ